جولائی ۱۹۸۴
84

الرشد

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو ویڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراً سن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے
آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کرسکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کرسکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریباً تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراً ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255

جلد نمبر ۵ | جولائی ۱۹۸۴ء مطابق شوال ۱۴۰۴ھ | شمارہ نمبر ۹

ماہنامہ المرشد

چکوال ضلع جہلم پاکستان

ظفر

دینی، اصلاحی، علمی، تصوّف و سلوک کا واحد مجلّہ

بیاد :- حضرت العلّام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

سرپرست
حضرت مولانا محمّد اکرم مدظلہٗ

مدیر مسئول
حافظ عبدالرزاق ایم۔ اے (عربی، اسلامیات)

مجلس ادارت اعزازی

پروفیسر بنیاد حسین نقوی
(بی۔ اے۔ آنرز، ایم۔ اے)

پروفیسر باغ حسین کمال
(ایم۔ اے)

سول ایجنٹ :- مدنی کتب خانہ۔ گنپت روڈ۔ لاہور

بدلِ اشتراک :-

سالانہ چندہ :- ۳۵ روپے ○ ششماہی چندہ ۱۸ روپے
فی پرچہ :- ۳/ روپے
بیرونی ممالک کیلئے سالانہ چندہ :- ۱۰۰/ روپے

برائے رابطہ :-

دارالعرفان منارہ ضلع جہلم

حافظ عبدالرزاق پبلشر نے منہاج الدین پرنٹر اصلاحی شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ المرشد الحسنات منزل چکوال ضلع جہلم سے شائع کیا

فہرست مضامین

۱۔ اداریہ	مُدیر	۳
۲۔ اسرار التنزیل	حضرت مولانا محمد اکرم مناروی مدظلہٗ	۷
۳۔ چراغِ مصطفوی	پروفیسر حافظ عبدالرزاق	۱۷
۴۔ باتیں ان کی خوشبو خوشبو	ارشادات شیخ مکرّم رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ	۲۱
۵۔ ارشاد السالکین	حضرت مولانا محمد اکرم مناروی مدظلہٗ	۲۴
۶۔ آدابِ تلاوت قرآن مجید	ابوالحسن نقوی	۲۹
۷۔ آدابِ معاشرت	سید ابوبکر غزنوی (مرحوم)	۳۰
۸۔ دیکھتا چلا گیا	سیلانی کے قلم سے	۴۰
۹۔ اندھیروں سے اجالوں تک	ابن الفضل	۴۴

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رمضان المبارک اختتام پذیر ہوا۔ خوش بختوں نے اپنی جھولیاں گلہائے مُراد سے بھر لیں۔ یہ قلیل سا عرصہ، یہ گنتی کے دن کچھ اس طرح گزر گئے کہ پتہ بھی نہ چلا، ادھر اس کی آمد آمد تھی اور اب اس کی یادوں کی خوشبو کے کچھ جھونکے ہیں جو قلب و ذہن کی گرفت میں آ آ کے نکل جاتے ہیں:

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شُد

عشرہ اخیرہ کہ "عتق من النّار" کی بشارت جانفزا سے معطّر تھا، جو محبوب کے چوکھٹ پر پڑے رہنے، آستانِ یار پر سجدہ ریزی اور اس کے دَر سے نہ اٹھنے سے عبارت تھا بالآخر گزر گیا۔ اس درمیان میں وہ رات بھی تھی کہ جسے "لیلۃ القدر خیر من الف شہر" کے شیریں لقب سے نوازا گیا ہے۔ یوں تو اس ماہ مبارک کی کونسی ایسی رات بلکہ ساعت تھی کہ جسے عشاقِ محبوبِ حقیقی نے قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا یا جس کی قدر و منزلت کو محسوس نہ کیا ہو:

ہر شب شبِ قدر است اگر قدر بدانی

اس ماہِ مبارک کے لیل و نہار، ہر ہر لمحہ اور ہر ہر ساعت رحمتِ باری کی نسیم جانفزا سے معطّر اور احساناتِ خداوندی کے ابرِ کرم سے دُر فشاں، ——— دعاؤں کی قبولیت کا زمانہ، مناجات اور راز و نیاز کی لذت کو پالینے کا دَورِ سعادت، مختصر مگر اپنے دامن میں ایسی وسعتیں لئے ہوئے کہ جن کی حقیقت تک رسائی معلوم!

ولیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحدٍ۔

اُمّتِ مُسلمہ میں سے کون ہوگا جس نے اپنے دامنِ طلب کو گلہائے مرادسے نہ بھر لیا ہوگا۔ تنگیٔ داماں کی شکایت اگر رہی ہو تو ایک لحاظ سے ممکن ہے، مگر یہ بھی شکوہ کیوں ہو، وہ کریم ایسا ہے کہ جس کی رحمت بے پایاں اور جس کے الطاف و عنایات بے حد و شمار، ——————

وہ ایسا قادر ہے کہ کوئی مانگے تو سہی وسعتِ داماں بھی عطا کی جاتی ہے۔ اِدھر مانگتے جاؤ، اُدھر ملتا جائے گا،

احساسِ عجز ہی تو وہاں مطلوب ہے۔ یہی عبادات کی رُوح اور تقویٰ کی جان ہے یعنی غایۃ التذلل والانکسار، —— قدم قدم پہ لغزشیں اور ہر لغزش پہ اپنے عجز و درماندگی کا استحضار! اور ادھر ہر ہر مقام پر رحمتِ باری کا سہارا:

چاہیئے داغِ معصیت اس کے حریمِ ناز میں
بھول یہ ایک بھی نہیں دامنِ پاکباز میں

ماہِ صیام کے اس دورِ سعادت اثر کی غایت یہی تو تھی تاکہ لعلکم تتقون، یعنی ہر طرف سے کٹ کر بس اسی ایک کے ہو جاؤ، کوئی خواہش، کوئی تمنا اس کی طلب میں رکاوٹ نہ ڈال سکے۔ کوئی داعیہ، کوئی جذبہ اپنی جانب نہ کھینچ سکے۔ بلکہ ہمہ تن قلباً و قالباً دل و جان کی پوری توانائیوں اور خلوص و صداقت کے ساتھ اسی ایک کے ہو جائیں اور کچھ اس طرح کہ پھر غیر کے خیال کا وہم بھی باقی نہ رہے۔ واعبدوا اللّٰہ مخلصین لہ الدین

لیجیئے مژدہ باد!

عید کا چاند نکلا، آپ کی عقیدت و محبت کا یہ عمل قبول ہُوا ——————

ماہِ نَو عشاقِ بامراد کو جھک کر سلام عقیدت پیش کر رہا ہے۔ اس کی نازک اندامی سے اس کی طلب و جستجو اور جانکاہی ظاہر ہے۔ وہ اسی موقعہ کی تلاش میں تھا۔

یہ عید کیا ہے؟

مسرّت و تشکر، اور اطمینان و سکون کا دن ہے، آئیے! اپنے ربِّ کریم کے حضور جھک جائیں، نعمتِ سابقہ پہ سجدۂ شکر بجا لائیں، اپنی کوتاہیوں پر معذرت پیش کریں، مغفرت چاہیں، اور آئندہ کے لئے توفیقِ سعادت کی دُعا کریں۔ اس کے نام کی تکبیر و تسبیح کہتے ہوئے ہجومِ شہر سے باہر وسعتِ عقیدت کے میدان میں نکلیں۔ یکسوئی اور انہماک سے قیام و سجود کی

لذت سے بہرہ یاب ہوں، نمازِ عید ادا کریں۔ یہ اللہ کے محبوب کی سنت ہے۔ (فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) خطبۂ عید سنیں، عید کے پیغام کو سمجھیں اور اسی جذبہ سے سرشار اللہ جلّ جلالہٗ کے نام کو بلند کرتے ہوئے گھروں کو لوٹیں۔ گویا تجدیدِ عہد ہو رہا ہے کہ ہم دنیا کی وسعتوں اور آبادیوں میں اس کے پاک نام کو بلند کریں گے، اور یہی ہمارا فرض و منصب اور یہی ہماری پہچان ہے کہ جن راہوں سے گزر جائیں گے وہ اللہ کے پاک نام کی برکات سے منور و معطر ہوتی جائیں گی۔ جہاں رہیں گے، جس حال میں ہوں گے، بس یہی دھن، یہی لگن، یہی رٹ ہوگی اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ وَاللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر وَلِلّٰہِ الْحَمْد، خوشی ہو یا غم، غربت یا وطن، خلوت ہو کہ جلوت، ضعف و درماندگی کا عالم ہو یا فتحمندیوں کا سرور، ہر حال میں، ہر رنگ میں، ہمارا یہی عمل، یہی انداز اور یہی طور ہوگا۔

اب ذرا نگاہوں کو چند لمحے ادھر بھی ملتفت کیجئے! دیکھئے تو، ہمارے اس دورِ ابتلا میں "مسلمانوں کی عید" کے مناظر کیا ہیں، انداز کیا ہیں، اطوار کیا ہیں — کیا ہمارا ظاہر ہمارے باطن کا غماز نہیں۔ ہم کیا ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ کیا ہماری یہی پہچان ہے؛ ہماری صورت، ہمارا لباس اور ہمارے انداز کیا ہمارے دعوے اور ہمارے تشخص سے کوئی نسبت رکھتے ہیں:

وضع میں جیسے نصاریٰ ہوں تمدن میں ہنود

کیا یہی ہم ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

یہ اسراف و تبذیر، یہ بدعات و رسوم کی پابندیاں اور پھر اس کے لئے تن من دھن کی قربانیاں اور ایثار! فاعتبروا یا اولی الابصار!

یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہم کہاں جا رہے ہیں، کیا دیکھ رہے ہیں، ایسا کیوں ہے؟ کیا کبھی عید کے اس پہلو پر بھی کسی نے سوچا ہے۔ کیا کبھی اس گوشہ پر کسی کی چشمِ بصیرت نے جھانکا ہے، یہ دین سے دوری کیوں، یہ سلیقہ زدگی کیوں، آخر اس کا سبب کیا ہے، کیا روحِ دین ہم سے رخصت ہو چکی ہے؟ اور مذہب کو ہم نے محض بطور ایک رسم و اسم یا "CULT" کے اپنا رکھا ہے، اسے سوچ سمجھ کر ایک عقیدہ اور (CONVICTION) کے طور پر اپنے دل و دماغ میں جگہ نہیں دی، اس روحانی خلاء کو پُر کرنے یا اس تشنگی کو بجھانے کی یہی تدبیر ہے کہ ظواہر و رسمیات کے اسیر ہو کر رہی سہی کسر بھی نکال دیں اور یہ مریضِ جاں بلب بجائے تریاق کے زہر کی کوئی خوراک استعمال کر کے صحت کی امید و یقین لئے بیٹھا ہو:

ترسم نرسی بکعبہ اعرابی !
کیں رہ کہ می روی بترکستان است

رُخ کعبۃ اللہ کی جانب اور قدم بنارس کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہ دورنگی کیوں ؟ یہ تضاد چہ معنی ؟ ———————— ذرا اپنے دل کی گہرائیوں میں جھانکیئے تو، کبھی اس سے مشورہ تو کیجیئے، ذرا پوچھیئے تو اپنے ضمیر سے، کیا ہم نے رمضان المبارک کی برکات سے اپنے قلب وذہن کو منور نہیں کیا، ہم نے اس دورِ سعادت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا، کیا اس ابر رحمت کا کوئی چھینٹا ہمارے قلب بریاں کی کشتِ ویراں پہ نہیں پڑا۔

کیا ہم نے حقیقتِ صوم وذکر اور حقیقتِ صلوٰۃ و مناجات کی روح تک رسائی حاصل نہیں کی ———————— ذرا دیکھیئے تو یہ عید ہے یا کوئی میلہ، کوئی کلچرل شو ہے یا عجب وریاء اور تکبر کی کوئی قومی نمائش، اسراف و تبذیر کا مقابلہ ہے یا عریانی و بے باکی کا اجتماعی مظاہرہ ! کوئی فیشن پریڈ ہے کیا ہے ؟

الامان والحفیظ ، فاعتبروا یا اولی الابصار ط

اسرار التنزیل

حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ العالی ۲۹ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

دار العرفان۔ منارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج غالباً اس اجتماع کا آخری دن ہے۔ اور یہ بہت بڑی خوش نصیبی اور اللہ کی رحمت ہے رمضان المبارک کا یہ آخری عشرہ آپ حضرات کا اللہ کی یاد میں، اللہ کے گھر میں اللہ کی رضا کیلئے اور حضرت کی صحبت میں گزرا۔

ایک بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ تصوف و سلوک کسی ہنگامی جذبے کا نام نہیں۔ بعض اوقات انسان عجائبات، واقعات، مشاہدات یا مکاشفات کی باتیں سن کر اس میں ایک جذباتی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو اسے کھینچ کر لے آتی ہے لیکن یہ خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ یہ وقتی اور جذباتی بات نہیں۔ یہ نہایت ہوش کے ساتھ پوری سوچ اور پورے ارادے کے ساتھ تمام لذات، معاملات، فوائد اور نقصانات کا تجزیہ کر کے سارا حساب کتاب جمع کر کے سب کچھ دیکھ بھال کر۔ پھر اگر انسان پسند کرے کہ نہیں مجھے سارے میں سے یہی راہ پسند ہے تو وہ اس راہ پر چل سکتا ہے۔ اگر معاملہ ایسا نہ ہو تو کوئی چند قدم، کوئی چند گز، کوئی چند میل سہی لیکن بالآخر تھک جاتا ہے، اکتا جاتا ہے یا راستہ بدل لیتا ہے۔ راستہ بدلنے سے میری مراد یہ نہیں ہے کہ کوئی شخص انکار ہی کر دے۔ ایسا تو عموماً کم ہی ہوتا ہے۔ لیکن غالباً آپ میرے ساتھ اتفاق کریں گے کہ میرے سمیت جس قدر احباب، جس قدر افراد

اس سلسلہ میں یا حضرت کی صحبت میں یا سلوک سیکھنے کے لئے یا اللہ اللہ کرنے کے لئے آتے ہیں، آئے ہیں یا آ رہے ہیں۔ ان کے آنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کے بغیر اصلاح کما حقہٗ ممکن نہیں۔ اور اس سلسلہ میں آکر ذکر اذکار سے حضرت کی صحبت کی برکت سے توجہ سے، خدا کی رحمت سے میری اصلاح ہو جائے۔ میرے عقائد درست ہو جائیں، میرے اعمال و معاملات درست ہو جائیں، میرا انجام اچھا ہو اور میری ابدی زندگی سدھر جائے۔ بنیاد یہ ہوتی ہے۔ لیکن اگر یہ جذبہ وقتی اور ہنگامی ہو تو پھر آدمی چند مہینے، چند سال عموماً سالوں کی بات کم ہوتی ہے۔ ایک آدھ سال کسی کا پورا ہو جائے تو ورنہ بجائے خود وہ اپنی اصلاح کا خواہش کے پھر وہ چاہتا یہ ہے کہ اب میں مقتداء اور پیشوا بن جاؤں اور وہ بات جس کے لئے آیا تھا، بھول جاتا ہے۔ یہ کیوں ہوتا ہے۔ کوئی شخص جو محض اپنی نجات تلاش کرنے کے لئے نکلا اسے پیری کا شوق کہاں سے آگیا۔ اصل بات یہ ہوتی ہے کہ وہ شخص نجات کے لئے آیا ہی نہیں۔ تلاشِ حق جو ہے وہ بنیادی مقصد نہیں ہوتا۔ اگر مقصد یہ ہو تو پھر اسے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی۔ اور نہ اسے کوئی شئے اصلاح سے بھٹکاتی ہے خداوندِ کریم ایسے نیک لوگوں کی حفاظت فرماتا ہے

مجھے یاد ہے آپ حضرات صاحبِ استعداد ہیں ہم کند ذہن تھے۔ ہم نے برسوں لطائف کئے اور بڑی اچھی طرح یاد ہے کہ جو احباب بعد میں حلقے شامل ہوتے تھے۔ انہیں مراقبات نصیب ہو جاتے تھے۔ کوئی مراقبات ثلاثہ لے بیٹھتا، کوئی فنا بقا تک چلا گیا۔ تو وہ جب آگے نکل جایا کرتے تھے تو ہمیں یہ خوشی ہوتی تھی کہ چلو ساتھیوں میں بھی کوئی آگے تو نکلا۔ ہر بار حضرت کو تکلیف نہیں دیں گے۔ ہمیں یہ ذکر تو کراتا رہے گا اور ہمیں خود چل کر ان لوگوں کے پاس جایا کرتا تھا۔ کئی کئی میل ذکر کرنے کے لئے ان سے توجہ لینے کے لئے۔ ایسے لوگوں سے جن کو زبردستی پکڑ کر میں سلسلے میں لایا کرتا تھا حضرت لیتے نہیں تھے سلسلے میں۔ چھ چھ مہینے سفارشیں کرتے رہو، منتیں کرتے رہو۔ فرماتے تھے ضرورت نہیں ہے۔ لوگوں میں اہلیت نہیں ہے اس وقت یہ خواہش نہیں ہوتی تھی کہ یہ کیوں بن گیا۔ میں کیوں نہیں بنا۔ اس وقت تو مدِ نظر یہ ہوتا تھا کہ کوئی قطرہ، کوئی رتی، کوئی شئے حاصل ہو جائے۔ کوئی قدم آگے بڑھ جائے یہ ہوتا ہے جب جماعتیں بڑھتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابتدائی دور میں جو لوگ آئے ان کا خلوص اور تھا۔ جب وسعت نصیب ہوئی۔ اسلامی ریاست بن گئی تو پھر ہر طرح کے لوگ بعض لوگ اس ظاہری شان و شوکت کو دیکھ کر در آتے

ہیں۔ بعض لوگ اس لئے بھی شامل رہتے ہیں کہ بے شمار افراد سے واقفیت ہو جائے گی بے شمار لوگ کام کاج کریں گے۔ تو یہ ساری چیزیں ہوتی ہیں۔ لیکن بہرحال میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ ساری چیزیں فضول ہیں۔ ان میں سے آخرت کا حصہ ان چیزوں میں نہیں ہے۔ اور اگر کوئی جوہری کے پاس آکر لہسن اور پیاز تلاش کرتا بھی ہے تو وہ اس کی نادانی ہے۔ وقت کو برباد کرنے کے برابر ہے جہاں جو چیز بٹتی ہے، جو چیز بکتی ہے۔ اسی کی خرید کا حوصلہ پیدا کرنا چاہیئے۔ اور اسی کی طلب کرنی چاہیئے۔ پہلی اور بنیادی بات ہے یہ آدمی اپنے ارادے کو اپنے خیال کو اپنی تمنا کو خوب تول لے، پرکھ لے۔ ہمیں تو آج تک یہ اللہ کا شکر ہے، یہ اللہ کا احسان ہے اس نے زندگی کا کافی قیمتی زمانہ جو تھا وہ اپنے کرم سے اس طرف لگوایا۔ اب تو ہم ہیں ہی اس جگہ پر جہاں پہ عموماً ہر کوئی اللہ ہی اللہ کیا کرتا ہے۔ اس کے باوجود میں جانماز پر بیٹھا ہوں۔ اگر کسی آج کے آنے والے شخص کو حضرت امیر بنادیں ساری جماعت کا۔ تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ اللہ کا احسان ہے۔ نہ طبیعت میں تکدر آئے گا نہ کوئی اعتراض۔ کیونکہ ہمارے یہاں آنے کی غرض نہ کوئی امارت ہے نہ خلافت ہے، نہ نیابت ہے، نہ قیادت ہے۔ ہمارا جو مقصد ہے وہ بحمداللہ قائم ہے۔ ہم اسی کے لئے کوشاں ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں آنے سے فرائض میں کوئی چھوٹ نہیں ملتی۔ بلکہ فرائض بڑھ جاتے ہیں۔ سلوک نام ہے اعمال پر زیادہ منافع حاصل کرنے کا۔ اور آپ دیکھیں دائرے میں جو نقطے ہوتے ہیں ان میں سے جو نقطہ جتنا مرکز سے قریب چلا جائے اتنا اس کی معمولی حرکت باہر والے نقطے کی بے شمار حرکات کے برابر ہو جاتی ہے اگر باہر کے خط کو پورا چکر بھی دیں تو وہ تھوڑا سا سرکتا ہے اور اگر وہ پورا چکر لے تو باہر والا خط سینکڑوں چکر لے بیٹھتا ہے۔ تصوف و سلوک کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اعمال میں وہ خلوص، وہ لذت، وہ تڑپ آجائے کہ اس کا ایک ایک سجدہ صدیوں کی عبادت پر بھاری ہو جائے۔ لیکن اگر کوئی چاہے کہ میں سجدہ ہی نہ کروں، فرائض ہی ادا نہ کروں، حقوق کی نگہداشت ہی نہ کروں تو اس نے تو مقصد ہی چھوڑ دیا۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ عبادات فکر سے کی جائیں۔ نماز باجماعت کی کوشش کی جائے، اول وقت میں ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔ نماز کے مسائل خوب تحقیق سے دیکھے جائیں۔ وضو کا ڈھنگ سیکھا جائے، طریقہ سیکھا جائے، فرائض، سنن، واجبات کا لحاظ رکھا جائے۔ اہتمام کیا جائے ان چھوٹی چھوٹی باتوں کا

جو فراموش ہو چکی ہیں۔ ہو سکے تو وضو کے ہر ہر رکن کی دعا ہے۔ منہ میں پانی ڈالنے کی، ناک میں پانی ڈالنے کی، منہ دھونے کی، مسح کرنے کی اچھا یہ ہے کہ وہ دعائیں یاد ہوں۔ اگر یاد نہ ہوں تو تشہد پڑھتا رہے، درود شریف پڑھتا رہے۔ وضو کرتے ہوئے بات کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اسی طرح سے نماز باجماعت ادا کرنے کی کوشش کرے اور بالاہتمام کرے۔ ہو سکتا ہے تو نماز کے معنی یاد کرے محفوظ کرے ذہن میں۔ مختلف سورتیں یاد کرے مختلف اوقات میں مختلف آیات پڑھے اور اذکار پابندی سے کرے اور محنت سے بھی کرے۔

اگر کوئی چاہے کہ چند دن کی صحبت میں ترقی ساری حاصل ہو جائے اور پھر مجھے علیحدگی میں کچھ نہ کرنا پڑے تو بات ایسے نہیں بنتی۔ ایک تو اس میں بنیاد ہے کہ دل پہ غفلت نہ آئے۔ دل کی طرف متوجہ رہے ہمہ وقت، ہر آن۔ وذکر ربک اذا نسیت اگر ذہن سے بات اتر جائے تو جیسے یاد آئے پھر پلٹ جائے کثرت سے متوجہ رہے دل کی طرف۔ زبان کو زیادہ باتوں میں لگانے کی نسبت ذکر اذکار میں لگائے، درود شریف میں لگائے، کلمہ پڑھے کوئی ایک آیت دہراتا رہے، تسبیح پڑھتا رہے۔ معاملات میں بات بہت بگڑ چکی ہے۔ کوشش کرے کہ کسی کا حق نہ رکھے۔ اپنے حقوق کو ضائع نہ ہونے دے۔ جیسا کسی کا حق رکھنا جرم ہے، اپنے حقوق کو ضائع کرنا بھی جرم ہے۔ والدین کا، بہن بھائیوں کا، دوستوں کا، بیوی بچوں کا سب کے حق پہچانے اور اپنی طرف سے کوشش کرے۔

صوفی کے لئے مصیبت یہ ہے کہ اسے چاہیئے کہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے کوشاں رہے اور اپنے حقوق کا مطالبہ کم کرے۔ اگر ضائع ہی کرنا چاہتا ہے تو اپنے حقوق کرے دوسروں کے ادا کرتا رہے۔ اور اس کے ساتھ مقصد کو فراموش نہ ہونے دے۔ ذکر باقاعدگی سے کرتا رہے۔ اپنے باتی ٹائم ٹیبل کو تبدیل کرے ہوتا یہ ہے کہ احباب ذکر کے اوقات کو بدلتے ہیں اپنے ذاتی مشاغل جو ہوتے ہیں انہیں نہیں بدلتے۔ اکثر میں نے دیکھا ہے کہ مغرب کے بعد فراغت نہیں ہے۔ عشا کے بعد کر لیں گے۔ سحری کو اٹھنے کی فرصت نہیں ہوتی۔

اصل بات جو ہے وہ یہ ہے کہ یہ دو اوقات جو ہیں مغرب سے عشاء تک اور سحری سے فجر تک۔ پہلی بات تو بنیادی یہ ہے کہ اس کی فضیلت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے وہ اپنی جگہ پر ہے اسی کی نسبت سے تمام حضرات سلسلہ تمام مشائخ جو برزخ میں تشریف رکھتے ہیں وہ سارے بھی ان اوقات میں ذکر معمول میں مشغول ہوتے ہیں اور ان دو اوقات میں

ذکر کرنے والے کو پورے سلسلے کی توجہ نصیب ہوتی رہتی ہے۔ ان کے علاوہ جو ذکر کرے گا وہ خالی تو نہیں جاتا لیکن وہ لطف، وہ توجہ ان اوقات کے علاوہ نصیب نہیں ہوتی۔ ذکر اور لطائف بنیاد ہیں۔ اگر عمارت ہزار منزلہ بھی چلی جائے تو وہ بنیاد سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔ کوئی کہاں بھی چلا جائے وہ ان اوقات میں اپنے اذکار کو، اپنے مراقبات کو، اپنے معمولات کو چھوڑے نہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھ لیں کہ عبادات امور عادیہ کی طرح نہیں بن سکتے۔ ان کے لئے ساری زندگی اہتمام کرنا پڑتا ہے۔ یہ پوری زندگی کی محنت ہے اور ہمیشہ اپنے آپ کو اس کے لئے تیار کرنا پڑتا ہے ورنہ سستی، تساہل، کام، کوئی نہ کوئی مصیبت آ ہی جاتی ہے۔ یہ ایک مسلسل جہاد ہے مسلسل مجاہدہ ہے۔

یہ جو خطوں میں آجاتا ہے نا کہ حضرت دعا کریں کہ جی سحری کو جاگ نہیں آتی۔ یہ حضرت کی دعاؤں سے نہیں، اہتمام سے آئے گی۔ اگر کسی کو سفر پہ جانا ہو تو اس نے کبھی خط نہیں لکھا کہ مجھے فلاں تاریخ کو بس پہ بیٹھنا ہے۔ آپ دعا کریں کہ میں وقت پہ اٹھ جاؤں۔ خود بخود اٹھ جاتے ہیں اور کوئی دنیوی کام ہو تو ساری ساری رات آدمی بیدار رہتا ہے اور خود بخود اہتمام کر لیتا ہے۔ ان چیزوں کے لئے اس کام کے لئے دنیاوی کاموں سے زیادہ اہتمام کی ضرورت ہے اور کرنا چاہیئے اور کرنا پڑتا ہے۔ پھر بعض منازل بعض مقامات ایسے ہوتے ہیں کہ یا تو آرام سے رہو، لطائف کرو، نماز پڑھو اتنا کافی ہے۔ اور اگر آگے بھی قدم بڑھاؤ گے تو پھر روز چلانے کی ضرورت نہیں ہے چونکہ یہ راہ جو ہے اس میں دنیاوی مصائب اس طرح ہوتے ہیں جس طرح لازم وملزوم ہوتے ہیں۔ اور جنہیں تم بڑا فریاد رس سمجھتے ہو اور چٹھیاں لکھتے ہو کہ ہمارے لئے دعا کرو۔ ان کی مصیبتیں اگر تم پر آجائیں تو شاید یہ راستہ بھی چھوڑ دو۔ ان کا حال دیکھو تو حضرت کی حالت سب پر عیاں ہے۔ چونکہ منازل قرب جو ہیں ان کے ساتھ مصائب ضروری ہیں۔ اب اگر کوئی شہید ہونا چاہتا ہے تو کیا وہ چاہے گا کہ مجھے زخم بھی نہ لگے اور شہید ہو جاؤں۔ اس کیلئے قتل ہونا پڑے گا سر بازار ہونا پڑے گا، پتہ نہیں کتنے زخم لگیں گے، کتنا تڑپنا پڑے گا، کتنا مچلنا ہوگا تو پھر وہ شہادت کی طلب بھی چھوڑ دے۔ بعض منازل ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کے لئے عبادات مکمل بھی ہوں تو بھی بغیر مصیبت آئے وہ عبور نہیں ہوتیں۔ علاوہ ازیں ایسے منازل جن کے ساتھ مصائب نہ بھی ہوں ان کے لئے بھی جب عبادات میں، اذکار میں، معمولات میں کمی رہ جاتی ہے تو اس کمی کو پورا کرنے کے لئے مصیبت (آتی ہے) اس کے بدلے اللہ کریم وہ کمی پوری فرما دیتے ہیں۔ حدیث شریف

میں آتا ہے کہ مومن کے پاؤں میں اگر کانٹا بھی چبھ جائے تو وہ بھی اس کے لئے اجر و ثواب کا سبب بنتا ہے۔ مومن کو جو بھی تکلیف ہوتی ہے یہ تلافیٔ مافات کے لئے ہوتی ہے۔ اور بدکار کافر پہ جو مصیبت آتی ہے وہ از قسم عقوبات ہوتی ہے، ایک طرح کی سزا ہوتی ہے مومن پر جو آتی ہے ایک طرح کی راحت لاتی ہے صورتاً تکلیف ہوتی ہے لیکن حقیقتاً وہ راحت ہوتی ہے اس میں اس کے بے شمار فوائد ہوتے ہیں۔ تو ان سب باتوں کو اپنے ذہن میں رکھیں۔ آپ یہ بھی یاد رکھا کریں کہ جو لوگ آپ کی تربیت کرتے ہیں وہ بھی آپ کی طرح کے انسان ہیں۔ ان کے بھی آپ کی طرح کے مشاغل ہیں، ان کی بھی آپ ہی کی طرح کی ضروریات ہیں۔ اگر وہ آپ جیسی ایک کثیر جماعت کو سنبھال سکتے ہیں تو آپ اپنے آپ کو کیوں نہیں سنبھال سکتے۔ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو بھی نہیں سنبھال سکتا تو کتنی زیادتی ہے۔ اگر اور کچھ نہیں کر سکتا تو کم از کم اپنے آپ کو، اپنے تن کو، اپنے وجود کو تو سنبھال سکتا ہے۔ خطا ہو جانا، گناہ ہو جانا یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم سے خطائیں بالکل ہی سرزد نہ ہوں اگر تم گناہ چھوڑ دو۔ اسی طرح کے الفاظ بنتے ہیں ترجمہ کے۔ تو شاید اللہ کریم تمہیں دنیا میں رکھے ہی نہیں۔ تمہیں فنا کر دے اور تمہاری جگہ کوئی اور مخلوق پیدا کر دے۔ جس سے غلطیاں ہوں اور وہ اللہ کے دروازے پر معافی مانگتے رہیں۔ غلطی کا ہو جانا بڑی بات نہیں ہے۔ لیکن غلطی کو اپنا لینا یہ اور بات ہے۔ غلطی پہ کار بند ہونا یہ زیادتی ہے کوتاہیاں ہوتی ہیں، غلطیاں ہوتی ہیں۔ ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کرو۔ اس سے معافی طلب کرو۔ خدا سے استقامت طلب کرو۔ خدا سے مغفرت طلب کرو اور اصولی بات ہے۔

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

من شذ شذ حضورؐ فرماتے ہیں جو علیحدہ ہو گیا، علیحدہ ہو گیا، برباد ہو گیا۔ جو ٹہنی، جو پتہ جو اصل سے، جو تنے سے، جو شاخ سے کٹ جائے اس کا کوئی پرسانِ حال نہیں بنتا۔ ساتھ رہنے والا کسی نہ کسی بہار میں پھر ہرا ہو جاتا ہے مقامات و منازل تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی حضرت کی صحبت کے علاوہ بہت زیادہ محنت کرے، مسلسل کرتا رہے۔ اس سے استعداد پیدا ہوتی ہے اور پھر ایک مجلس میں آدمی اتنا کچھ حاصل کر لیتا ہے جتنا سالوں میں حاصل نہیں کر سکتا۔ کچھ حصول کیلئے بھی تو استعداد شرط ہے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم جب یہاں رہتے ہیں تو ہم مسلسل کرتے رہتے ہیں تو جب چلے جاتے ہیں تو پھر کوئی پکڑ کر بٹھالے، بیٹھ گئے۔ آپ کی بحمداللہ بہت وسیع جماعت ہے۔ ہر شہر میں، ہر قریے میں

حال یہ ہوتا ہے کہ میں دو تین سے نہیں جا سکا پچھلا پورا سال جمعہ دیتا رہا ہوں۔ میں یہاں سے جمعہ پڑھانے پہنچ جاتا ہوں اور لاہور میں رہنے والے ساتھی نہیں آ سکتے۔ مصروف ہیں۔ جی کام ہے کتنی عجیب بات ہے۔ اب جہاں جہاں سے مطالبہ ہوتا ہے اگر ایک آدھ بار جاؤں تو اجتماع ہو جاتا ہے لیکن اگر دو بار، چار بار، دس بار جاؤ تو پھر ان کے اپنے مشاغل آڑے آجاتے ہیں کون سی بڑی بات ہے ایک جمعہ کیلئے انسان ذکر کو چلا جائے یا مہینے میں ایک دفعہ اجتماع ذکر کیلئے چلا جائے یا احباب کے ساتھ رابطہ رکھے۔ اسی رابطہ سے کچھ انہیں تقویت ہوگی ان کے ملنے سے کچھ اسے تقویت ہوگی اور اگر سارا سال یہ نہ کر سکے تو سال میں ایک آدھ دن، دو دن تین دن اجتماع میں آ گئے اور اس کی یہ خواہش ہو کہ سب کچھ اسی میں حل ہو جائے۔ ہر چیز انوسٹمنٹ پہ ہوتی ہے نا۔ اپنی انوسٹمنٹ بھی نگاہ میں رکھئے نا۔ آدمی جو کچھ اپنے پلے سے خرچ کرتا ہے وہ بھی نگاہ میں رکھے نا۔ ہم نے، آپ حضرات نے، جماعت نے اللہ کی مہربانی سے بے شمار قربانیاں دی ہیں، محنت کی ہے، خرچ کیا ہے اور یہ بہت بڑی مسجد بہت بڑی عمارت بہت بڑی خانقاہ بن گئی ہے۔ سویرے بھی حضرت فرما رہے تھے کہ محض اینٹیں گارا کھڑا کر لے۔ اس پر کئی لاکھ روپے خرچ کر دینا تو کوئی مقصد نہیں۔ مقصد تو اس کا یہ ہے کہ یہ اب سارا سال آباد رہے۔ اس کیلئے بھی تمام احباب کو سارا سال اجازت ہے۔ جب کسی کے پاس وقت ہو، فرصت ہو، ایک دن، دو دن، چار دن، دس دن اسے کوئی پابندی نہیں ہے۔ وہ بصد شوق تشریف لائے، رہے۔ صبح و شام انشاءاللہ ذکر کرایا جائے گا، معمول ہوگا، توجہ دی جائے گی۔ تاکہ یہ ادارہ آباد رہے۔ ہم لوگوں کو دیکھتے نہ رہیں کہ کوئی یہاں آئے نماز پڑھا دے اذان دے دے۔ اتنے بڑے کثیر ملک میں آپ حضرات کے لئے یہ سارا سال کھلی ہے۔ جب جی چاہئے، جس کے پاس فرصت ہو تشریف لا سکتا ہے۔ انشاءاللہ باقاعدگی سے معمولات ہوں گے۔ رہے کوئی ایک دن، رہے دو دن، رہے چار دن اور میں پھر عرض کر دوں بنیادی اور ضروری بات ہے نماز اور وضو کے مسائل یاد کرے نماز، ذکر، معمولات باقاعدگی سے کریں۔ تلاوتِ قرآن کریم کو اپنا پہلا کام علی الصبح کا بنا لیں۔ طلوعِ فجر میں سب سے پہلے کام جو کیا جائے ایک آیت پڑھ سکو تو بھی پڑھ لو۔ لیکن کوئی دن ایسا شروع نہ ہو .... بالکل ہی اگر کوئی ون پوائنٹ یہ ہے کہ اگر کوئی بالکل ہی سمجھتا ہے کہ میں ایک لمحہ بھی نہیں رک سکتا تو قرآن کریم کو کھول کر دیکھ ہی لو، چھوڑو نہیں، خالی نہ جانے دو۔ کسی بھی دن کی ابتداء اور افتتاح اللہ کی کتاب سے کرو۔ اسی کا

انجام انشاءاللہ بخیر ہوگا۔ کتاب اللہ کی مسلسل
تلاوت جو ہے یہ سلوک کی جان ہے۔ کثرت
سے درود شریف پڑھیں۔ درود شریف پڑھنے
سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ
رابطہ استوار رہتا ہے۔ اور یہ لطائف میں
جان پیدا کرتا ہے۔ استغفار کم از کم سو بار
روزانہ ضرور پڑھیں۔ ہر نماز کے ساتھ کم از کم
بیس دفعہ معمول بنالیں۔ کوئی دن استغفار سے
خالی نہ جائے۔ کم از کم ایک سو بار ضرور پڑھیں۔
بے شمار کوتاہیاں، بے شمار لغزشیں ہوتی ہیں۔
اور ایک بات بنیادی طور پہ یاد رکھیں۔ وہ کام کریں
جس کی ذمہ داری خدا، دین یا حضرت آپ کے
ذمہ لگادیں یا جماعت کی طرف سے لگ جائے
اسے ایک فریضہ سمجھ کر کریں اگر وہ ذمہ داری
واپس لے جائیں خدا کا شکر ادا کریں کہ
بوجھ کم ہوا۔ مانیٹر بننے کی کوشش نہ کریں۔
اسی میں آپ کا فائدہ ہے۔ کوئی بھی آدمی کسی
کا بوجھ اٹھانے کی کوشش نہ کرے۔ اپنی
ذمہ داری کو اچھے طریقے سے پورا کرنے کی
کوشش کرے۔ اور اپنے اندر ایثار پیدا
کرے، خدا ایثار کرنے والوں کو زیادہ دیتا ہے
اور سنبھال کر رکھنے والوں سے اس کا بھی حساب
لیتا ہے۔

سو یہ چند ایک بنیادی باتیں ہیں۔ ضروری
ہیں۔ اکثر خطوط جو آتے ہیں۔ اکثر کیا سارے ہی
ان میں دنیاوی باتیں تو ہوتی ہیں۔ لیکن جہاں
ذکر کے بارے سلسلے کے بارے اپنے اس
معاملے میں رہنمائی کے لئے کبھی کسی نے خط
نہیں لکھا۔ اور جب خط لکھتے ہیں تو اس میں
کوئی ایک آدھ بات پوچھ ہی لیا کریں۔ پوچھنے
سے پتہ چلتا ہے۔ اس سے فائدہ ہوتا ہے
کوئی بات سامنے آجائے جس میں آپ مذبذب
ہوں۔ بلاتکلف چٹھی لکھیں۔ کوئی بھی بات ہو، ذہن
میں، تو پوچھیں اسے سمجھیں اور اسے سلجھائیں
اپنے آپ کو (بیگانہ) نہ رہنے دیں اور ساری
عمر اس طرح نہ گزار دیں کہ شیطان نہیں
چھوڑتا۔ کبھی شیطان کو بھی فکر ہو کہ یہ شخص مجھے
نہیں رہنے دیتا۔ اپنا آپ جو ہے اسے زندگی کا
ثبوت دیں۔ دنیا کو، ماحول کو، خود شیطان کو
بھی پتہ چلے کہ کوئی شخص دنیا میں اور بھی زندہ ہے
بھیڑ کی طرح زندگی نہ گزاریں۔

مسلمان کے لئے یہ عالم ایک جولان گاہ ہے
اس کیلئے ایک میدان ہے اور میدان زندہ
لوگوں کیلئے ہوا کرتے ہیں۔ لاشیں ہٹادی
جاتی ہیں۔ خداوند کریم کو بھاگنے والے اور
بھگوڑے پسند نہیں ہیں۔ خدا نالائقوں کے
ساتھ نہیں چلا کرتا۔ خداوند کریم کو غریب
پسند ہیں، کمزور پسند ہیں لیکن وہ جن میں
استقامت ہو۔ وہ صحت مند، وہ امیر اور
وہ بخت ور جو بھاگنے والے ہوں اللہ کو وہ پسند نہیں۔

استقامت پیدا کریں۔ سوچ کر کھڑے ہوں اور جہاں کھڑے ہوں وہاں کھڑے ہوں۔ پاؤں نہ کھسکاتے رہا کریں۔ پتہ نہیں چند دن کھڑے ہیں، کھڑے ہیں چلے جائیں گے۔ ایسے بات نہیں بنتی۔ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ بات سوچ کر تول کر، جمع تفریق کر کے، اپنا نفع نقصان سارا دیکھ کر اس طرف آئیں اور جب آئیں تو پھر ڈٹ کر آئیں۔ بے خوف و خطر ہو کر آئیں۔ اس طرح آئیں کہ شیطان بھی بے فکر ہو جائے کہ یہ شخص تو پیچھے نہیں ہٹے گا۔

یہ چند ایک بنیادی باتیں ہیں اس راہ کی۔ اسے آپ وعظ سمجھیں، نصیحت سمجھیں یا حقائق سمجھیں۔ ایک سال درمیان میں ہے اعتکاف کے اور سال کا طویل عرصہ ہوا کرتا ہے۔ ہر شخص ایک منزل کا راہی ہے۔ پتہ نہیں کون کہاں اپنی منزل کو چلا جائے گا۔ کون کب تک اس راہ پر چلتا رہے۔ کم از کم آدمی اگر زیادہ جمع نہ کر سکے تو جو پونجی اس کے پاس ہو ضائع نہ ہونے دے اس پر لٹھ لے کر کھڑا رہے۔ کسی کو اس میں سے نہ چھیننے دے۔ بہت بڑی فضیلت ہے رمضان المبارک ہے اور پھر کئی فضائل آپ کے ہاں جمع ہو گئے۔ سفر کیا، ہجرت کی، اللہ کے گھر میں ڈیرہ لگایا، اصحابِ صفہ کی طرح صحبت شیخ مسلسل آپ خوش نصیب ہیں کہ حضرت کی طبیعت بحال تھی، اللہ نے آپ کو صحت بخشی۔ اور چند لمحات میسّر آ گئے۔ پھر آئندہ سال کسے کیا معلوم (کون ہو گا) .... یہ سب بے قیمتی سرمایہ ہے۔ اس کی حفاظت کریں۔ حضرت کے لئے، احباب کے لئے، تمام جماعت کیلئے استقامت کی دعا کیا کیجئے۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ کسی کو نصیب ہو نہ ہو دعا کرنے والے کو استقامت نصیب ہو جاتی ہے۔ یہ ایک اصولی بات ہے کسی کے لئے عافیت طلب کرو اس کا معاملہ تو اللہ کے ساتھ ہے لیکن تمہیں عافیت ضرور مل جائے گی۔ جماعت کے لئے استقامت کی ضرور دعا کیا کریں۔ کوئی بھی شخص یہ بات ذہن میں نہ رکھے۔ میری طرف سے یا کسی اور ساتھی کی طرف سے کہ یہ کسی بھی آدمی کو گرانا چاہتے ہیں یا جماعت سے نکالنا چاہتے ہیں۔ یہ سب شیطانی وساوس ہیں۔ کوچہ کوچہ گلی گلی پھرتے ہیں کہ کوئی ایک آدمی اللہ کے نام پر آ جائے۔ تو جو آ چکے ہیں انہیں نکالنے کیلئے ہم کب تیار ہیں۔ جب ہمارا حال یہ ہے کہ جو کہتے ہیں "یہ حق ہی نہیں ہے جو ہم پر آوازے کستے ہیں، جو طعنے دیتے ہیں، جو کفر کے فتوے لگاتے ہیں" ہم ان کیلئے بھی کوشش کرتے ہیں کہ اللہ کرے یہ شخص بھی آ جائے۔ تو جو جماعت میں ہے اسے ہم جماعت سے نکال کر کب خوش ہوں گے۔

خود اپنے دل میں خلوص پیدا کرو۔ اور دوسرے ساتھیوں کو مخلص سمجھیں۔ اگر کسی سے غلطی بھی ہوتی ہے

کوتاہی بھی ہوتی ہے، کوئی ناخوشگوار بات بھی پیش آتی ہے۔ اسے انسان سمجھو اور برداشت کرو۔ اس کے حق میں بھی دعا کرو۔ خداوند کریم آپ سب کو نیکی اور استقامت نصیب فرمائے۔ تمام جماعت، تمام احباب کو، حاضر و غائب سب کو (معاف) کرے۔ حضرت کے دامن سے وابستہ رکھے۔ بخیر و عافیت میدانِ حشر میں سب کو اپنی رحمت میں رکھے۔

وآخر دعوٰنا عن الحمد للّٰہ رب العالمین۔

سوال :۔ حضرت یہ تلاوت کا کیا ....

جواب :۔ یوں تو کوئی بھی الحمد شریف، سورۃ فاتحہ بھی پڑھ لو تو تلاوت ہو سکتی ہے۔ کوئی سی آیت، کوئی سی سورت یاد ہے پڑھ لو ہو جائے گی۔ لیکن میرے عرض کرنے کا جو مقصد ہے وہ یہ ہے کہ علی الصبح تہجد کے بعد نماز کے بعد پہلا کام اپنے ہاتھ سے اپنی آنکھ سے یا زبان سے جو انسان کرنا چاہے وہ یہ ہو کہ ہاتھ اللّٰہ کا کلام پکڑیں۔ اسے کھولیں۔ آنکھ اسے دیکھے۔ زبان اسے پڑھے۔ دن کا افتتاح ہو جائے۔ خواہ ایک آیت ہی پڑھو۔ بعض اوقات بیمار ہوتا ہے نہیں بھی ہو سکتا۔ سفر ایسا ہوتا ہے تو کوئی سی سورۃ کوئی سی آیت، کچھ بھی تلاوت کرے۔ نماز بھی قائم مقام ہو جاتی ہے۔ کیونکہ تلاوت ہوتی ہے۔ یہ اور بات ہے جو میں نے عرض کیا ہے وہ دوسری بات ہے۔

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا

اگر اصحابِ محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم آج واپس آجائیں تو تمہارے معاملات میں سے ایک قبلے کے سوا کچھ نہ پہچانیں گے۔

چراغِ مُصطفویؐ

حافظ عبدالرزّاق۔ ایم۔ اے

عن عوف بن مالك الاشجعي قال كنا عند النبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلم تسعة او ثمانية او سبعون فقال الا تبايعون رسول اللّٰه فبسطنا ايدينا وقلنا عَلَامَ نبايعك يارسول اللّٰه قال ان تعبدوا اللّٰه ولا تشركوا به شيئًا وتصلوا الصلوٰت الخمس وتسمعوا وتطيعوا ۔ واسرّ كلمة خفية قال ولا تسئلوا الناس شيئًا۔ فلقد رأيت بعض اولئك النفر يسقط سوط احدهم فما يسأل احدا يناوله اياه (مسلم، ابوداؤد، النسائی)

ترجمہ:۔ حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ فرماتے ہیں ہم لوگ نبی کریم صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ نو آدمی تھے، یا آٹھ یا سات۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ تم رسول اللّٰہ سے بیعت نہیں کرتے۔ ہم نے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کی کہ کس امر پر آپ کی بیعت کریں یارسول اللّٰہ؟ حضورؐ نے فرمایا ان امور پر کہ اللّٰہ کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اور پانچوں نمازیں پڑھو۔ اور (احکام) سنو اور مانو۔ اور ایک بات آہستہ فرمائی وہ یہ کہ لوگوں سے کوئی چیز مت مانگو۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان حضرات میں سے بعض کی یہ حالت دیکھی ہے کہ اتفاقاً چابک گر پڑا تو وہ بھی کسی سے نہیں کہا کہ اٹھا کر انہیں دے۔

عام طور پر حضور نبی کریم صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس کا معمول یہ تھا کہ جب کوئی کافر، اسلام قبول کرتا تو حضور اکرمؐ اس سے بیعت لیتے تھے یہ بیعتِ اسلام ہوتی تھی۔ یا جب کبھی جہاد کا کوئی موقعہ آتا تو حضور اکرمؐ اپنے صحابہؓ سے بیعت لیتے تھے۔ حالانکہ صحابہ تو سارے پہلے ہی حضور اکرمؐ کے ہاتھ پر بیعتِ اسلام کر چکے ہوتے اس دوسری بیعت کو بیعتِ جہاد کہتے ہیں۔

اس وجہ سے بعض حضرات کا اس بات پر اصرار رہے کہ بیعت کی یہی دو قسمیں ہیں اور بس۔ اس کے علاوہ کوئی بیعت لینا خلافِ سنت ہے بلکہ کہتے ہیں کہ سرا پا بدعت ہے۔

واقعی ضد میں آکر آدمی بہت کچھ کہہ جاتا ہے اس حدیث کے الفاظ اور منظر بتا رہا ہے کہ یہ بیعت نہ تو ان لوگوں سے لی گئی جو ابھی ابھی کفر کے دائرے سے نکل کر اسلام کے دائرے میں آرہے ہیں۔ کیونکہ یہ سب صحابہ کرامؓ ہی تو تھے۔ اور نہ یہ بیعتِ جہاد تھی کیونکہ اس کا کوئی قرینہ حدیث سے ظاہر نہیں ہوتا۔ پھر یہ وہی بیعت ہو سکتی ہے جسے یار لوگ بدعت کہتے ہیں۔ مگر جو کام حضور اکرمؐ نے کیا اس کو بدعت کہنا بھی بڑی جرأت کا کام ہے۔

پھر بیعت کرتے ہوئے جن امور کا حضور اکرمؐ نے تذکرہ فرمایا ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بیعت اعمالِ شرعی میں خصوصی اہتمام اور التزام کے لئے تھی۔ تو معلوم ہوا کہ اعمال میں التزام اور اہتمام کیلئے بیعت کرنا حضور اکرمؐ کی سنتِ ثابتہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسلام کے دائرے میں آتے ہی ان تمام امور کا اہتمام خود بخود ضروری قرار پاتا ہے۔ پھر انہی امور کیلئے دوبارہ بیعت لینے کی کیا ضرورت تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ عمل یاد دہانی کیلئے یا خصوصی توجہ اور اہتمام کے لئے تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صوفیائے کرام جو بیعت طریقت لیتے ہیں وہ حضور اکرمؐ کی اسی سنت کی پیروی ہوتی ہے۔

بیعت کیا ہے؟

یہ ایک معاہدہ ہوتا ہے جو استاد اور شاگرد کے درمیان طے پاتا ہے۔ فن کی اصطلاح میں استاد کو شیخ اور شاگرد کو سالک کہتے ہیں یا استاد کو مرشد اور شاگرد کو مرید کہتے ہیں۔ اور اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ ہر فن کی اپنی مخصوص اصطلاحات ہوتی ہیں۔ اس معاہدہ میں شیخ اپنے آپ پر یہ پابندی عائد کرتا ہے کہ قرآن و سنت کے مطابق سالک کی رہنمائی، تربیت اور اصلاح کرنے کی کوشش کروں گا۔ اور سالک اپنے آپ کو اس امر کا پابند بناتا ہے کہ شیخ کی ہدایات کے مطابق اپنی اصلاح کرونگا۔ اور اتباعِ سنت کا سلیقہ سیکھوں گا۔

یہاں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ ذہن میں رہنمائی حاصل کرنے کا کام کسی عالم سے لیا جا سکتا ہے۔ اپنے آپ کو ایک فرد سے وابستہ کر لینے کی کیا ضرورت ہے۔

اس کا اصل جواب تو یہ ہے کہ ایسا کرنا حضورؐ کی سنت کی پیروی ہے۔ مگر موجودہ ذہن ہر بات کی سائنٹیفک توجیہہ کے بغیر مطمئن نہیں ہوتا۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ معاہدہ دراصل انسانی نفسیات کا تقاضا ہے۔ دیکھئے ہر شہر

ہیں بے شمار ڈاکٹر اپنا کلینک کھولے بیٹھے نظر آتے ہیں مگر ہم ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کر کے اپنا فیملی ڈاکٹر بنا لیتے ہیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ علاج کراتے وقت ہمارے ذہن میں تردّد نہیں ہوتا کہ خدا جانے یہ ڈاکٹر صحیح دوائی دے گا یا نہیں۔ بلکہ فیملی ڈاکٹر کے ساتھ ایک نفسیاتی اپنائیت ہوتی ہے، اعتماد ہوتا ہے اور بڑے اطمینان سے اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں۔ البتہ فیملی ڈاکٹر کا انتخاب کرتے وقت یہ احتیاط ضروری ہوتی ہے کہ کہیں کسی اناڑی یا عطائی سے یہ معاہدہ نہ کر لیا جائے۔ بعینہٖ نفسیاتی عمل روحانی فیملی ڈاکٹر کے ساتھ ہوتا ہے۔ جسے شیخِ طریقت کہتے ہیں۔ اس میں یہ احتیاط اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ ڈاکٹر کا انتخاب کرتے وقت پوری احتیاط کی جائے کہ وہ قرآن و سنت کا علم رکھتا ہے۔ خود متبع سنت ہے دوسروں کی راہنمائی اور اصلاح کا فن اور سلیقہ آتا ہے۔ یہ اس لئے زیادہ ضروری ہے کہ جسمانی ڈاکٹر اگر اناڑی ہے تو زیادہ سے زیادہ جان کا خطرہ ہو سکتا ہے اور یہ واقعہ تو لازماً ایک روز پیش آنا ہی ہے مگر روحانی ڈاکٹر کے انتخاب میں بے احتیاطی ہوئی تو ایمان کا خطرہ ہے اور ایمان کا جانا کوئی معمولی بات نہیں۔ بلکہ اس کا نتیجہ ابدی سزا کی صورت میں بھگتنا پڑے گا۔

لہٰذا اس نفسیاتی ضرورت اور اس کی افادیت سے انکار کرنا معقولیت سے دستبردار ہونا ہے۔

اس حدیث سے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کے تربیت کرنے کا اسلوب بھی ظاہر ہوتا ہے وہ یوں کہ چار باتیں واضح طور پر اور کھلم کھلا بیان فرمائیں اور ایک بات آہستہ سے گویا خفیہ طور پر فرمائی۔ اس اختلافِ اسلوب سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض باتیں مطلق واجب ہوتی ہیں۔ ایسی باتوں کا اعلان اور کھلم کھلا اظہار ضروری ہوتا ہے اور بعض باتیں علی الاطلاق واجب نہیں ہوتیں مگر وہ خاص حالات میں خاص طبائع کو بہت مفید ہوتی ہیں۔ اس لئے ان کے بیان کیلئے دوسرا اسلوب زیادہ موزوں ہوتا ہے۔ اس میں ایک خاص نفسیاتی پہلو بھی ہے کہ خفیہ تعلیم دراصل خصوصیت اور اہتمام کی دلیل ہے۔ اس میں طالب کے دل میں زیادہ قدر و منزلت ہوتی ہے۔

اس حدیث میں بیعت ہونے والے صحابہ کرامؓ کی والہانہ عقیدت اور اتباع کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ راوی نے بیان کیا کہ ان حضرات میں سے بعض کو دیکھا ہے کہ اچانک چابک گر پڑا تو خود گھوڑے سے اتر کے اٹھایا۔ کسی دوسرے سے سوال نہیں کیا کہ اٹھا کے دے دے۔ حالانکہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو سوال کرنے سے منع فرمایا اس کا مفہوم تو اور تھا۔ مگر صحابہ نے مفہوم کے علاوہ

الفاظ کی رعایت کو بھی ملحوظ رکھا۔ واقعی صحابہ کرامؓ میں اطاعت و اتباعِ نبویؐ کا جذبہ اس کامل درجے کا تھا کہ جس کی مثال دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ اسی طرح ایک موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں خطاب فرما رہے تھے۔ اس دوران ارشاد فرمایا۔ "بیٹھ جاؤ" ایک صحابی نے یہ آواز اس حالت میں سنی کہ ایک پاؤں دروازے کے اندر تھا، ایک باہر۔ اسی حالت میں بیٹھ گئے دوسرا پاؤں اندر نہیں رکھا۔

کمال اطاعت اور کمال محبت کی ایسی مثالیں صرف صحابہ کرامؓ میں ہی مل سکتی ہیں۔

شیخ کامل، متبع شریعت کے ساتھ عقیدت و احترام اور اطاعت و اتباع کا یہ رویہ سالک کی اصلاح اور روحانی ترقی کا بہترین ذریعہ ہے۔

اللھم ارزقنا حبک وحب من یحبک ٥

جو شخص

طریقت میں شریعت

کا تابع نہیں ہوگا۔ اس کو حقیقت سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ یہ ملحدین کا مذہب ہے کہ ایک، دوسرے کے بغیر جائز ہے۔ وہ کہتے ہیں جب حقیقت منکشف ہوگئی تو شریعت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ خدا کی لعنت اس عقیدے پر۔ (شیخ شرف الدین یحیٰی منیریؒ)

باتیں اُن کی خوشبو خوشبو

ارشاداتِ شیخ العرب والعجم حضرت العلّام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

فرمایا

- پہلے اپنا ظاہر درست کریں، شریعت کے مطابق چلیں۔ عقائد کی اصلاح نہایت ضروری ہے۔
تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور آسمانی کتابوں کے نزول کا مقصد کیا ہے؟ یہی ہے کہ اسلام اور کفر میں تمیز ہو جائے، خلط ملط نہ رہے۔ کفر علیحدہ ہو جائے اور ایمان الگ ہو جائے۔ جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے سب برحق، واجب الایمان اور واجب الاتباع ہے۔

فرمایا

- ڈاڑھی کا مسئلہ ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ اگر کوئی شخص ڈاڑھی نہیں رکھتا تو اسکی تکفیر نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر وہ اس کی توہین کرے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ اسلام میں داخل نہیں۔ کیونکہ انتفاء جزء انتفائے کل کو مستلزم ہوتا ہے یعنی کسی ایک جزء کا انکار بھی کل کا انکار کرنا ہے۔ یار مثلاً کوئی شخص مسواک نہیں کرتا تو ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ شخص اس فضیلت سے محروم ہے لیکن اگر وہ تمسخر کرے تو دائرہ اسلام سے نکل جائے گا۔ انکار اور چیز ہے، عمل نہ کرنا اور چیز ہے۔ یار مثلاً اگر کوئی

شخص نماز ادا نہیں کرتا، روزہ نہیں رکھتا، زکوٰۃ نہیں دیتا، باوجود فرضیت کے حج نہیں کرتا تو وہ فاسق وفاجر ہے، گنہگار ہے۔ لیکن اگر انکار کرے تو کافر ہے۔

فرمایا

جو شخص بھی ھُما پرندہ اس مقام دا بننا چاہے۔ اوہ سب توں پہلے اپنے دل نوں صاف کرے۔ بُرائیاں ظاہری جیہڑیاں ہین انہاں نوں چھوڑے۔ اتباع شریعت دی پہلی چیز اے۔ میاں! پیغمبر دے خلاف یک قدم چلن کے انسان آکھے کہ میں کسی معاملے وچ کامیاب ہوساں، کامیاب نہیں ہو سکدا۔ جو کمالات ہین نجباء ہین، نقباء ہین، اوتاد ہین، ابدال ہین، قطب ہین، غوث ہین، قیوم ہووے، فرد ہووے قطب وحدت ہووے، صدیق ہووے۔ ایہہ تمام مناصب میرے آقائے نامدار محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دی جُتیاں دی دُھوڑ وچوں ملدے پئے۔ استعداد میرے رب نے رکھی ہوئی ہے ہر اک وچ۔ استعداد جیہڑی وی لوکاں وچ رکھی اے، اللہ تعالیٰ نے رکھی اے۔ کسے دے اختیار نہیں۔

فرمایا

صُحبت شیخ سے مستفید ہونے کے لئے خلوص شرط ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر اگر چالیس سال تک، بلکہ اگر عمر نوحؑ بھی مل جائے تو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ جب تک طالب کو میرے ساتھ عقیدت نہ ہو، اسے فائدہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ قلبی تعلق کا معاملہ ہے۔ اگر کوئی خلوص دل سے اس کا طالب ہو کر آئے تو انشاء اللہ خالی نہیں رہے گا۔ انا من الرجال لایشقی جلیسھم (بفضلہ تعالیٰ میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کی صحبت میں رہنے والا بدبخت نہیں ہو سکتا)

فرمایا

کنزالعمال میں ہے کہ سیدنا آقائے نامدار محمد رسول اللہ فرماتے ہیں کہ آپؐ حضرت امیر حمزہؓ اور حضرت جعفر طیارؓ کی قبر پر تشریف لے گئے۔ اور ان سے دریافت فرمایا کہ برزخ میں کس چیز سے انہیں زیادہ فائدہ ہوا۔ انہوں نے عرض کیا کہ لا الٰہ الا اللہ نے بڑا فائدہ پہنچایا، آپ پر درود نے والصلوٰۃ علیک اور ابوبکرؓ و عمرؓ کی محبت نے بڑا فائدہ پہنچایا۔

فرمایا

۱

• احسان کا کم سے کم مرتبہ یہ ہے کہ فرائض کی پابندی کی جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا ہو، حرام سے بچے، حلال کی کوشش کرے، جھوٹ سے بچے، زبان کی حفاظت کرے، پیٹ کو حرام سے بچائے۔

۲

دوسرا درجہ یہ ہے سالک کو منازلِ سلوک حاصل ہو جائیں۔ اگرچہ مشاہدات نہ ہوں لیکن یہ محسوس ہو کہ وہ اس راہ پہ جا رہا ہے۔ سلوک کا تعلق زمین سے نہیں، عالمِ بالا کے ساتھ ہے۔

۳

تیسرا درجہ یہ ہے کہ تجلیاتِ باری کا مشاہدہ ہو۔ ملائکہ کو دیکھے، عذاب و ثوابِ قبر کا مشاہدہ ہو جائے۔ یہ درجہ انتہائی ہے۔
ان تینوں میں سے جو بھی حاصل ہو جائے غنیمت ہے۔

سببِ اختلافِ امت تین ہیں

۱۔ ناقص اور سطحی علم ۲۔ اتباعِ ہوٰی

۳۔ اتباعِ رسوم و عادات

ارشاد السالکین

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

امابعد ۔ یہ چند گزارشات بطور تربیت اور اطلاع عرض ہیں۔

اوّل

گذشتہ دنوں سرحد سے ایک عمر رسیدہ ساتھی بندہ کے پاس تشریف لائے ۔ ایک رات قیام فرمایا۔ مغرب کے ذکر میں اندازہ ہُوا کہ وہ چند سانس لینے کے بعد سانس توڑ دیتے ہیں۔ اور پھر لینا شروع کر دیتے ۔ تھوڑا سا وقفہ غالباً تازہ دم ہونے کیلئے کرتے تھے۔ بندہ نے اس امر سے روکا اور لطائف مسلسل کرنے کیلئے کہا تو انہوں نے بتایا کہ مجھے اس بات کی خبر ہی نہ تھی۔ سو افادۂ عام کے لئے عرض کئے دیتا ہوں کہ احباب ذرا توجہ سے نوٹ فرمالیں۔

لطائف کرنے کے لئے ضروری ہے کہ جب شروع کئے جائیں تو مسلسل و بے سانس چلتا رہے اور ٹوٹنے نہ پائے کہ مبتدی کے لئے مشکل پیدا ہوجاتی ہے۔ جب سانس ٹوٹتا ہے تو انوارات کا تسلسل منقطع ہوجاتا ہے جب دوبارہ شروع کرتا ہے تو بالکل اس حالت میں ہوتا ہے جس میں اس نے ذکر کرنا شروع کیا تھا۔ گویا اب نئے سرے سے شروع کر رہا ہے ۔

ظاہر ہے اس طرح حصولِ مراقبات میں اگر اور کوئی دشواری نہ بھی آئے تو بھی وقت یقیناً زیادہ صرف ہوگا۔ مراقبات اور مشاہدات ثمرات ہیں اور ثمرات ہمیشہ وہبی ہوتے ہیں۔ اللہ کریم اپنی مرضی سے نوازتے ہیں مگر ان کو طلب کرنا اور اس کیلئے اہتمام کرنا یہ انسانی فعل ہے اور مجاہدات سے متعلق ہے جو عموماً کسبی

ہوا کرتے ہیں۔ اور کبھی اضطراری بھی۔

اضطراری مجاہدات من جانب اللہ کرائے جاتے ہیں جیسے کوئی بیماری یا کوئی اور دنیوی تکلیف اور پھر ان پر بھی ثمرات سے نوازا جاتا ہے۔

یہ طریقہ اگرچہ مشکل ہے۔ مگر جتنا مشکل ہے اتنا ہی ضروری بھی۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے معمولات ابتداً کچھ یوں تھے کہ فجر کی نماز سے دوپہر تک لطائف کرنا۔ پھر کھانا اور تھوڑا سا آرام۔ ظہر سے عصر تک لطائف۔ پھر ضروریات سے فراغت، کھانا، پینا اور مغرب سے عشاء تک پھر ذکر۔ عشاء کے بعد آرام اور تہجد کے بعد پھر ذکر۔ یہ معمول آپ کا مسلسل سولہ برس رہا۔ بندہ ناچیز نے بھی لطائف پر تقریباً تین سال صرف کئے ہیں۔ حالانکہ مہینے کے اکثر دن حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں گزارا کرتے تھے۔ اور ہم چند ساتھی جو بھی اس دور میں تھے، ہمیشہ مسلسل لطائف کیا کرتے تھے۔ کبھی سانس توڑنے کی نوبت نہیں آتی تھی۔ ہاں اگر کوئی بیمار ہو یا کھانسی وغیرہ آجائے تو یہ بھی اس قدر کم ہوتا تھا کہ یاد نہیں پڑتا۔

جب اکیلے میں ذکر کرتے تو سردیوں میں میرے ساتھ ایک پرانے ساتھی بابا دوست محمد مرحوم مقیم تھے۔ اور ملک خدا بخش ہوا کرتے تھے۔ تو میں سحری میں تقریباً ایک بجے اٹھ جاتا تھا۔ وضو اور نوافل سے فارغ ہو کر دو بجے لطائف شروع کر دیتا۔ اس قدر اندازہ ہو چکا تھا کہ تقریباً ایک سا وقت لطائف کو دے کر ۴ بجے تک سات لطائف پورے کر لیتا۔ اور ۴ بجے یہ دونوں حضرات شامل ہو جاتے پھر ۶ بجے تک ہم صرف لطائف کیا کرتے تھے۔ اور ۶ بجے فجر کی نماز ہوتی تھی۔ سو میرے ۴ گھنٹے ہو جاتے اور ان کے دو۔ تو ان مسلسل چار اور دو گھنٹوں میں ہم سانس نہیں توڑا کرتے تھے۔ نیز یہ بات معمولات میں سے تھی نہ یہ کہ ایک آدھ دن کر گزرے۔

مجھے خوب یاد ہے کہ آگے جھک کر کوئی چیز اٹھانا پڑتی تو لطائف کے مقامات یوں درد کرتے تھے جیسے سینے میں کوئی مضبوط میخیں سی گڑی ہوں۔ جو پشت تک چلی گئی ہیں۔ یہ ساری بات نقل کرنے کا مدعا یہ ہے کہ لطائف مسلسل کئے جا سکتے ہیں اور کئے جانے چاہئیں۔ یہ اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں۔ بلکہ ایک بات ضروری عرض کر دوں کہ جو صاحب ذکر کرا رہے ہوں وہ بحیثیت امیر ہوں یا صاحبِ مجاز۔ ایک تو خود لطائف کر رہے ہوں جیسا کہ اس سے پہلے شمارہ میں عرض کیا جا چکا ہے اور دوسرے یہ کہ جب لطیفہ تبدیل کرانا ہو تو پہلے اپنا لطیفہ تبدیل کر لیں۔ اور چند سانس اگلے لطیفے پہ ذکر کر لیں تاکہ پچھلے انوارات اگلے لطیفے سے ربط پیدا کر لیں۔ تب زبان کھولیں اور احباب کو لطیفہ تبدیل کرنے کے لئے کہا کریں۔ یہ بھی عرض کر دوں کہ میں خود اس بات کا خاص خیال رکھتا ہوں

اور پہلے سابقہ لطائف کے انوارات کا اگلے لطیفے سے ربط پیدا کرکے احباب سے لطیفہ تبدیل کراتا ہوں۔ سو یہ بات طے ہوئی کہ مکمل فوائد حاصل کرنے کے لئے مسلسل اور ایک سانس سے لطائف کئے جائیں۔

دوم

مبتدی کو مراقبات کرانے کا طریقہ۔

تمام لطائف مکمل کرا کے ساری قوت لطیفۂ اول پہ لائی جائے اور پھر سانس کی تیزی روک کر طبعی سانسوں کے ساتھ ذکر کراتے وقت اس کے لطیفۂ قلب کے انوارات کو عرش تک کھینچا جائے خود اسے بھی کہا جائے کہ دل سے لفظ اللہ ھو اٹھا کر ھو کو عرشِ عظیم تک پہنچانے کی کوشش کرے۔ اسے اصطلاح میں رابطہ کہا جاتا ہے۔ صاحب مجاز حضرات خود بھی القا کرکے کوشش فرمادیں کہ اس کے انوار ان بلندیوں کو چھونے لگیں۔ جب یہ رابطہ مضبوط ہوگا تو روح اس پر سفر کرنے کی سعادت حاصل کرسکے گی۔

سو جب رابطہ قوی ہوجائے تو مراقباتِ ثلاثہ کرائے جائیں۔ کرانے میں آسانی بھی ہوگی اور مراقبات پختہ بھی ہوں گے۔ ورنہ یہ ہوگا کہ آپ توجہ کرکے روح کو احدیت پہ لے گئے جب آپ نے چھوڑا تو وہ نیچے گرگئی۔ اس طرح آپ کو خیال ہوگا کہ مراقبات کرادئے مگر واقعتاً ایسا نہیں ہوگا۔ جب روح اپنی قوت سے احدیت پر یا مراقباتِ ثلاثہ کے مقامات پر قرار پکڑتی ہے تو عموماً اسے مشاہدہ نصیب ہوجاتا ہے۔ اگر بالکل صاف ہو تو مقام بھی نظر آتا ہے اور اپنا آپ بھی بلکہ ساتھ کھڑے ہوئے دوسرے حضرات بھی۔ یا پھر مقام نظر آتا ہے اور کچھ نہیں۔ یا اپنی روح دکھائی دیتی ہے نہ مقام نظر آتا ہے نہ دوسرے لوگ۔ اور کم از کم یہ ہے کہ وہاں کے انوارات نظر آتے ہیں۔ اگرچہ نہ روح نظر آتی ہو اور نہ مقام۔ یہ بات مشاہدات کی ہے۔ کچھ دوسرے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں کشف کی جگہ وجدان نصیب ہوتا ہے۔ اگرچہ کشفاً کچھ نظر نہیں آتا مگر دل یوں بیان کردیتا ہے۔ جیسے آنکھ دیکھ رہی ہو مثلاً مراقبہ احدیت کیا۔ نظر کچھ نہیں آیا۔ مگر دل کہتا ہے کہ میری روح واقعی اسی مقام پر ہے۔ تو وجدان کی ایک خاصیت یہ ہے کہ جو بات وجدان سے حاصل ہو کوئی عقلی دلیل اس کو رد نہیں کرسکتی۔ گویا اس بات کو حق الیقین کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور اگر کوئی بات دل پہ گزری جو بعد میں بدل گئی یا کسی کے رد کرنے سے زائل ہوگئی تو وہ وہم ہوتی ہے وجدان نہیں۔ نیز وجدان کی صورت میں ضروری ہے کہ شیخ سے تائید حاصل کرلے ورنہ وجدان کی امید پر وہم سے مار کھا جانے کا اندیشہ باقی۔ نیز کشف کی مثال بھی خواب کی سی ہے کہ خواب بھی تعبیر کی محتاج اور کشف بھی تعبیر کی احتیاج رکھتا ہے

اگرچہ خواب نیند سے اور کشف بیداری سے متعلق ہے مگر تعبیر کے دونوں محتاج ہیں۔ سو اصحابِ کشف کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ کوئی امر محض اپنے کشف پر بنیاد رکھ کر بغیر شیخ کے مشورہ کے طے نہ کریں۔ نیز یہ اصول مدنظر رہے کہ کشف اسرارِ الٰہی اور سنت سنیہ کی تشریح و توضیح کرتا ہے، مخالفت نہیں۔ اگر خلافِ سنت ہو تو کشف نہیں، استدراج کہلائے گا۔ جو شیطٰن کی طرف سے ہوتا ہے۔

سو جس کے مراقباتِ ثلاثہ مضبوط ہو جائیں اسے سیرِ کعبہ کرائی جائے۔ جس میں طواف، سیرِ صلوٰۃ اور سیرِ قرآن شامل ہیں۔ یہاں خوب محنت کی جائے اور مراقبات مضبوط کرائے جائیں۔ پھر خدمتِ نبوی ﷺ میں پیش کیا جائے اور فنافی الرسول کے مراقبات کرائے جائیں۔ جو متعدد ہیں اور احباب ان سے خوب واقف ہیں۔ لکھ کر شائع کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی صاحب چاہیں تو بالمشافہ بات کرلیں۔

سوم

اب اگلے درجے میں اقربیت سے بالترتیب فنافی اللہ اور بقا باللہ تک مراقبات کرا کے سیرِ کعبہ اور فنافی الرسول کرایا جائے۔ یہاں تک جملہ صاحب مجاز حضرات کی ذمہ داری ہے۔ اور سب کی خدمت میں درخواست ہے کہ پوری محنت سے احباب کو تیار کریں۔ اپنا آرام، اور اپنی دنیا کے اکثر منافع کو احباب پر قربان کریں۔ تب جا کر آخرت میں رہائی کی امید ہے۔ ورنہ احباب کے ضائع ہو جانے کی جوابدہی کا خدشہ۔ اگر کسی بھی صاحب کی سستی اور تساہل سے اللہ کا کوئی بندۂ اللہ کی راہ سے بھٹک گیا تو روزِ حشر جان بچانے کے لئے کوئی دلیل نہیں ہوگی۔ ہاں وہ خود ہی اپنی رحمت سے نوازے اور یہ نجات کی سبیلیں اسی کی رحمت کے سوتے ہیں۔

فنا بقا سے آگے مراقبات کرانا مجاز حضرات کی ذمہ داری نہیں ہے۔ سوائے حضرت اعلےٰ رحمۃ اللہ علیہ کے مقرر کردہ خصوصی حضرات کے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ جن اصحاب کو یہ منزل حاصل ہو۔ حضرت جیؒ نے کرائی ہو یا آپؒ کے کسی نائب نے تو ایسے صاحبِ مجاز حضرات اپنے ساتھ ضرور یہ منزل کرائیں گے تو پھر ترتیب یوں ہوگی۔

لطائف، مراقباتِ ثلاثہ، فنا بقا، سالک المجذوبی سیرِ کعبہ اور فنافی الرسول۔ تو جس منزل کے لوگ ہوں انہیں اسی پہ رکھا جائے۔ سوائے ان خاص افراد کے جنہیں اس توجہ میں آگے چلانا مقصود ہو۔ مثلاً لطائف والے دل پر خیال کر کے بیٹھیں باقی آگے۔ پھر مراقباتِ ثلاثہ والے اقربیت پر رک جائیں باقی آگے۔ پھر فنا بقا والے رک جائیں باقی آگے اور پھر پہلے اور دوسرے درجے والوں کے علاوہ سب کو لے کر سیرِ کعبہ اور فنافی الرسول۔ اِلّا یہ کہ کسی کو آگے چلانا مقصود ہو جیسا پہلے عرض ہو چکا ہے۔ اگر ذکر

میں منازلِ بالا کے ساتھی بھی موجود ہوں یا صاحبِ مجاز خود منازلِ بالا رکھتا ہو تو ان جملہ منازل کے بعد فنا فی الرسول والوں کو محفلِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں پہنچا کر منازلِ بالا کو جائیں اور پھر فارغ ہو کر دعا کریں حسبِ میں دونوں اوقات ذکر میں شجرہ مبارکہ ضرور پڑھا جائے کہ اجابتِ دعا میں اس کا اپنا ایک خاص مقام اور خصوصی اثر ہے ۔ اللہ کریم جملہ احباب کو استقامت علی الدین کے ساتھ خصوصی نوازشات سے نوازے اور اپنے قرب کی لذتوں سے آشنا کرے مقاماتِ علیا نصیب کرے کہ یہ مظاہرِ رضا ہیں ۔ اس لئے مقصود ہیں ۔

آمین بحرمتہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ؁

خادم سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ ؒ

محمد اکرم اعوان عفی عنہ

گلگت

۱۸ شعبان المعظم مطابق ۲۰ مئی ۱۹۸۴ء

وفیات

"ادارہ المرشد" رفیقِ محترم ملک غلام محمد صاحب (واں بھچراں) کی والدہ محترمہ کے انتقالِ پُرملال پر،

اور

عزیز محترم ماسٹر میاں محمد (حیدر آباد ٹاؤن، سرگودھا) کی وفات حسرت آیات پر اللہ کریم کے حضور دست بدعا ہے کہ وہ اپنے فضلِ عمیم سے مرحومین کی مغفرت فرمائے اور انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ ادارہ مرحومین کے متعلقین کے غم میں برابر کا شریک اور ان کے لئے صبرِ جمیل کی دعا کرتا ہے۔

قارئین المرشد سے التماس ہے کہ وہ مرحومین کیلئے دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کریں۔

تحریر: الاستاذ عبداللہ الجاراللہ
ترجمہ: ابوالحسن نقوی

آدابِ تلاوتِ قرآن مجید

تلاوتِ قرآنِ مجید کیلئے کچھ آداب ہیں کہ جن کی رعایت ضروری اور جن پر عمل کرنا لازم ہے۔ تاکہ قاری کو اس کا پورا پورا ثواب ملے اور اس سے کما حقہٗ فائدہ حاصل ہو سکے۔

- سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قاری کا یہ عمل یعنی تلاوت محض اللہ تعالٰی کی رضا کیلئے ہو اور وہ اس پر ثواب کا بھی اسی سے طالب ہو۔ قال اللہ تعالٰی وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین۔
- قرآنِ مجید سوائے طہارتِ کاملہ کے مس نہ کرے، یعنی قاری حدثِ اکبر و اصغر سے پاک ہو، قال اللہ تعالٰی لا یمسہٗ الا المطھرون۔
- تلاوت کی ابتداء تعوذ یعنی اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم سے کرے۔ قال اللہ تعالٰی: فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔
- جب نئی سورت کی ابتداء کرے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے۔
- قرآنِ مجید ترتیل سے پڑھے۔ کلمات کی ادائیگی ٹھہر ٹھہر کر کرے۔ کیونکہ تلاوت سے مقصود اسمیں غور و تدبر ہے اور یہ چیز جلد پڑھنے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ قال اللہ تعالٰی: ورتل القرآن ترتیلا۔
- آیاتِ رحمت کی تلاوت کے وقت اللہ سے اس کا سوال کرے اور آیاتِ عذاب کے وقت اس سے پناہ مانگے، آیاتِ تسبیح کے وقت سبحان اللہ کہے اور آیتِ سجدہ پر سجدہ ادا کرے۔
- تلاوت کے وقت خشوع کو لازم سمجھے۔ ● قواعد تجوید کے مطابق پڑھے۔ قرآنِ مجید کی تلاوت پر مواظبت اختیار کرے تاکہ نسیان سے محفوظ رہے۔ ● حسبِ استطاعت قرآنِ مجید کی تلاوت میں حسنِ صوت سے کام لے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے "زینوا القرآن باصواتکم"۔ ● قرآنِ مجید کی قرأت کو غور سے سننا اور خاموش (متوجہ) رہنا واجب ہے۔ قال اللہ تعالٰی، فاذا قریٔ القرآن فاستمعوا لہٗ وانصتوا لعلکم ترحمون۔
- مصحف کا احترام کرے اور اس کے اوپر کوئی چیز نہ رکھے۔ اور اگر کسی دوسرے شخص کو دینا ہو تو ادب سے پیش کرے۔

(بشکریہ: الوعی الاسلامی: الکویت)

آدابِ معاشرت

(انتخاب تحریر) سید ابوبکر غزنوی (مرحوم)

سلام

اسلام نے آدابِ معاشرت کے جو خطوط متعین کئے ہیں ان کا مقصد دوسروں کو راحت پہنچانا ہے۔ اور معاشرے میں خوشگواری پیدا کرنا ہے۔ اسی غرض سے رسولِ پاک صلّی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا: "افشوا السلام" سلام پھیلاؤ۔ ایک دوسرے کو سلام کرنے میں بخل نہ کرو۔ قرآنِ مجید میں ہے:

وَاِذَا حُیِّیتُم بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوا بِاَحسَنَ مِنہَا اَو رُدُّوہَا

[جب تمہیں سلام کیا جائے تو اس سے زیادہ گرم جوشی اور تپاک سے جواب دو۔ یا کم از کم اتنا تو ضرور لوٹا دو]

میں نے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بعض اساتذہ کو دیکھا ہے کہ اگر کوئی طالب علم انہیں سلام کرے تو وہ فلیٹ کے ساتھ گردن کو ذرا سا جھٹک دیتے ہیں۔ اور ہونٹوں کو جنبش دینا بھی گوارا نہیں کرتے۔ ان کا یہ عمل غیر اسلامی ہے اور سرگز لائقِ تحسین نہیں۔ یہ سب (COMPLEXES) کی باتیں ہیں۔

میں نے ایک بار امام راغب اصفہانی کی کتاب مفردات میں سلام کا معنیٰ دیکھا۔ اس میں لکھا ہے

السلام التعری من الآفات الظاھرۃ والباطنۃ

یعنی ظاہری اور باطنی آفتوں سے محفوظ رہنا۔

پس جب ہم کسی کو السّلام علیکم کہتے ہیں تو اس کا یہ معنیٰ ہوتا ہے کہ تم جسمانی، ذہنی اور روحانی طور پر عافیت میں رہو۔ میں جذبات سے ہٹ کر خالص لغوی اور معنوی اعتبار سے کہتا ہوں کہ دنیا کے کسی قوم کے آداب بجا لانے کا طریقہ مسلمانوں کے سلام کا لگّا نہیں کھاتا۔ جو السّلام علیکم کے مفہوم میں وسعت اور جامعیت ہے وہ (Good morning) یا Good Evening میں کہاں۔

مصافحہ

اسلام نے محبت کے اظہار کے لئے سلام کے علاوہ مصافحہ رکھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے

فرمایا:

ما من مسلمین یلتقیان فیتصافحان الاغفر لهما قبل ان یتفرقا۔ (رواہ احمد و ترمذی و ابن ماجہ)

[اگر دو مسلمان آپس میں ملتے ہوئے اخوتِ دینی کی بنا پر مصافحہ کریں تو جُدا ہونے سے پہلے بخش دیے جاتے ہیں۔]

معانقہ

جب کوئی شخص مدت کے بعد ملے یا لمبے سفر سے لوٹے تو اس کے ساتھ اظہارِ محبت کے لئے معانقہ یعنی آپس میں گلے ملنا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ زید بن حارثہ مدینہ آئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے ہاں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت کُرتا اتارا ہُوا تھا۔ آپؐ اسی حالت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور زید بن حارثہ کو گلے لگالیا۔ اور انہیں چوما۔ اسی طرح جب حضرت جعفرؓ بن ابی طالب حبشہ سے واپس آئے اور آپؐ سے ملے۔ حدیث میں آتا ہے۔

فالتزمه وقبّل بين عينيه (ابوداؤد)

[حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے چمٹ گئے اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔]

اسلام میں پرائیویسی کا تصوّر

اسلام ہمیں اجازت نہیں دیتا کہ ہم کسی کے کمرے میں اس کی اجازت کے بغیر جا داخل ہوں۔ قرآن مجید میں ہے:

یا یها الذین امنوا لا تدخلوا بیوتًا غیر بیوتکم حتی تستانسوا و تسلموا علی اهلها۔

[اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ اور گھروں میں داخل نہ ہُوا کرو۔ جب تک کہ تم گھر والوں کو اطلاع نہ دو اور انہیں سلام نہ کرو۔]

انسان کبھی ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ وہ پسند نہیں کرتا کہ دوسروں کی نگاہ اس پر پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے صرف اجازت لینے ہی کی تلقین نہیں کی، بلکہ اس بات پر بھی زور دیا کہ کسی کے ہاں جاؤ تو دروازے کے سامنے نہ کھڑے ہُوا کرو۔ دروازے سے ہٹ کر دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہونا چاہیئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دروازے پر کھڑے ہونے کے آداب بھی صحت تعیّن سے فرمائے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین نے مستقل باب باندھا "باب کیف یقوم عند الباب"۔ یعنی انسان دروازے کے پاس کس طرح کھڑا ہو۔

ایک بار ایک شخص آیا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حجرے کے سامنے کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا۔ حضرت اندر آنے کی اجازت ہے؟ آپؐ اس وقت شانہ فرما رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا:

انما جعل الاستیذان من اجل البصر۔

"اجازت مانگنے کا حکم تو اسی لئے دیا گیا ہے کہ اندر نگاہ نہ پڑے۔"

یعنی جب تم اندر دیکھ رہے ہو تو اس سے میری پرائیویسی میں تو تم نے خلل ڈال دیا ہے۔ اب اجازت مانگنے سے کیا حاصل۔ پرائیویسی کا جو مفہوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متعین کیا تھا اس دور کی متمدن قومیں اس میں رتی بھر اضافہ نہیں کر سکیں۔ ابوداؤد میں ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتی باب قوم لم یستقبل الباب من تلقاء وجهه ولکن من الایمن والایسر۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی کے دروازے پر آتے تو دروازے کے سامنے کھڑے نہ ہوتے بلکہ دروازے کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے تھے۔ قرآن مجید میں ہے:

وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا هو ازکیٰ لکم۔

"اگر تمہیں کہا جائے کہ لوٹ جائیے، تو لوٹ جائیے تمہارے معاملات کی صفائی کے لئے یہی بہتر ہے۔"

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کسی جنجال میں پھنسا ہوتا ہے یا بہت مضمحل ہوتا ہے یا اس پر کوئی ایسی افتاد پڑی ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کے سامنے آنے کے قابل نہیں ہوتا۔ اس لئے ہمیں سکھایا گیا ہے کہ جھوٹے بہانے تراشنے کی بجائے معذرت چاہیئے اور یہ حکم دیا کہ آنے والے کو بھی معذرت قبول کرنی چاہیئے۔ اس آیت پر عمل کرنے والے لوگ عنقا ہوئے۔ آج کسی بڑے سے بڑے متشرع آدمی سے کہیئے کہ دوسرے وقت ملنے آئے تو دیکھیئے کیسے بھنّاتا ہے۔

قرآن مجید نے ہمیں تلقین کی کہ تین اوقات ایسے ہیں کہ ان میں کسی کے ہاں جانا مناسب نہیں۔ حتیٰ کہ بچوں اور غلاموں کو بھی، جو ہر وقت گھر میں آتے جاتے رہتے ہیں، اجازت لینی چاہیئے۔

ثلاث مراتٍ من قبل صلوٰۃ الفجر وحین تضعون ثیابکم من الظهیرۃ ومن بعد الصلوٰۃ العشاء ثلاث عوراتٍ لکم۔

تین اوقات فجر کی نماز سے پہلے اور جب دوپہر کے وقت تم کپڑے اتار لیتے ہو اور نمازِ عشاء کے بعد یہ تین تمہاری پردہ داری کے اوقات ہیں۔

مکان کے باہر کھڑے ہو کر آوازیں دینا۔

آپ کسی سے ملنے جائیے، تو اسے باہر کھڑے ہو کر زور زور سے آوازیں دینا اسلامی نقطۂ نظر سے ناشائستگی ہے۔ قرآن کہتا ہے:

ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرهم لا یعقلون۔

"وہ لوگ جو تمہیں کمروں سے باہر کھڑے ہو کر زور زور سے پکارتے ہیں۔ ان میں سے اکثر عقل سے عاری ہیں۔"

صحابہ کرامؓ کے بارے میں ہم احادیث اور مستند تاریخ کی کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دروازہ ناخنوں سے آہستگی

ے ساتھ کھٹکھٹاتے تھے۔ (روح البیان)

آدابِ مجلس

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے آداب مجلس کی بھی تعیین و توضیح فرمادی۔ آپؐ نے فرمایا جب کسی مجلس میں جاؤ، تو لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے بیٹھنے کی کوشش نہ کرو۔ محدثین نے مستقل باب باندھا ہے۔

باب: یجلس الرجل حیث انتھی ــــ آدمی کو وہیں بیٹھ جانا چاہیئے جس جگہ مجلس ختم ہوتی ہو۔

یہ جو آجکل آپ دیکھتے ہیں کہ محفل سے کوئی عارضی طور پر اٹھ جائے تو واپس آکر وہی اس جگہ بیٹھنے کا حقدار ہوتا ہے۔ یہ خیال نہ کیجئے۔ کہ یہ بات آجکل کی تہذیب کی پیداوار ہے۔ یہ تو حضورؐ کا ارشادِ گرامی ہے۔

اذا قام الرجل من مجلسہ ثم رجع ھواحق بہ (رواۃ الترمذی)

"جب کوئی آدمی مجلس سے اٹھ جائے، پھر لوٹے تو وہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔"

اسلام نے مجلس میں بیٹھ کر سرگوشی کرنے کو بھی مذموم قرار دیا ہے۔ سورۂ مجادلہ میں ہے۔

انما النجوٰی من الشیطٰن لیحزن الذین آمنوا۔

"سرگوشی شیطان ہی کی طرف سے ہے۔ تاکہ وہ مسلمانوں کو رنجیدہ کرے۔"

جب دو آدمی مجلس میں بیٹھ کر سرگوشی کرتے ہیں تو دوسروں کو خیال آتا ہے کہ شاید ہماری ہی نسبت کچھ کہہ رہے ہیں۔ کم از کم یہ تو گمان ہوتا ہے کہ انہوں نے ہمیں اس قابل نہ سمجھا کہ ہمیں اس راز میں شریک کریں۔ چونکہ اہلِ مجلس کو اس سے خفت ہوتی ہے اس لئے مجلس میں بیٹھ کر سرگوشیاں کرنے کو اسلام نے ممنوع قرار دیا ہے۔

آجکل کی مہذب اور متمدن قوموں کے افراد گفتگو دھیمی آواز میں کرتے ہیں اور چیخ چیخ کر بات کرنے کو ناشائستگی سمجھتے ہیں۔ یہ خیال نہ کیجئے کہ دھیمی آواز میں بات چیت کرنا نئی تہذیب کی پیداوار ہے۔ قرآن مجید نے اندازِ گفتگو کا سلیقہ بھی ہمیں سکھایا ہے۔

واغضض من صوتک ان انکر الاصوات لصوت الحمیر۔

"اپنی آواز کو دھیما رکھ۔ سب سے بھدی اور بھونڈی آواز گدھوں کی آواز ہوتی ہے۔"

مجلس نبویؐ میں بیٹھنے کے آداب بھی قرآن مجید نے سکھائے۔

یاایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبیّ ولا تجھروا لہٗ بالقول کجھر بعضکم لبعض۔

"اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو پیغمبرؐ کی آواز سے اونچا مت ہونے دو۔ اور ان کے ساتھ اونچی آواز سے بات مت کیا کرو۔ جیسا کہ تم آپس میں بے تکلفی سے کرلیا کرتے ہو۔"

اور یہ بھی فرمایا:

ان الذین یغضون اصواتہم عند رسول اللّٰہ اولئک الذین امتحن اللّٰہ قلوبہم للتقویٰ۔

"یقیناً جو لوگ اپنی آوازیں بارگاہِ رسالت ﷺ میں پست رکھتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل تقویٰ اور پرہیزگاری کیلئے منجھ گئے ہیں۔"

یہ سمجھنا صریحاً خام کاری ہے کہ قرآن مجید نے مجلسِ نبوی میں جن آداب کو ملحوظ رکھنے کی تلقین کی ہے۔ ان کا تعلق صرف مجلسِ نبوی ہی سے تھا۔ کیا مجلسِ نبوی کے اٹھ جانے کے بعد یہ آیتیں معطل ہو گئی ہیں اور ان کی کوئی افادیت باقی نہیں رہی۔۔۔۔۔۔؟

بزرگوں کی مجلس میں بیٹھنے کے آداب ہمیں مجلسِ نبوی ہی سے سیکھنا ہیں اور بزرگوں کو اہلِ محفل سے برتاؤ کا ڈھنگ بھی بارگاہِ رسالت ہی سے سیکھنا ہے ہم شمائل ترمذی میں پڑھتے ہیں:

"آپ اپنے ہمنشینوں میں سے ہر ایک کو اس کے حصے سے نوازتے یعنی ہر ایک کی طرف جُدا جُدا التفات فرماتے۔ یہاں تک کہ آپ کا ہر ایک ہمنشین یہ سمجھتا کہ مجھ سے زیادہ آپ کو کوئی عزیز نہیں۔ آپ کشادہ رُو اور نرم خُو تھے۔ سخت مزاج اور درشت گو نہ تھے۔ کسی کی کوئی بات آپ کو ناگوار ہوتی تو اس سے تغافل فرماتے یعنی اس پر گرفت نہ فرماتے اور صراحتاً اس سے مایوسی بھی نہ فرماتے بلکہ خاموش ہو جاتے۔ چلّا کر نہیں بولتے تھے، نہ کسی کے عیب نکالتے تھے۔ کسی کی تعریف میں مبالغہ نہیں کرتے تھے۔"

بے جا مداخلت نہ کیجئے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا یہ ارشاد آدابِ معاشرت کا ایک زریں اصول ہے:

من حُسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ

"آدمی کے اسلام کا حُسن یہ ہے کہ وہ غیر متعلق بات میں دخل نہ دے"

دوسروں کے معاملات میں بے جا دخل دینے کی بیماری عورتوں میں نسبتاً زیادہ ہے۔ دوسروں کے ذاتی اور گھریلو معاملات کُرید کُرید کر پوچھنے میں انہیں لذت آتی ہے چھپی ہوئی باتوں کی ٹوہ لگاتی ہیں۔ بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے کہ چھوٹتے ہی پوچھتے ہیں کہ تمہاری آمدنی کتنی ہے؟ بعض لوگ فریقین کی خواہش اور آمادگی کے بغیر خود بخود ہی ثالث بن بیٹھتے ہیں۔ یہ سب باتیں بے جا دخل اندازی میں داخل ہیں اور اسلام انہیں مذموم قرار دیتا ہے۔

قرآن ہمیں حکم دیتا ہے:

قولوا للناس حسناً (لوگوں سے بھلی اور خوشگوار بات کہو) اور مومنوں کا یہ وصف بھی بیان کرتا ہے

والذین ھم عن اللغو معرضون۔

(وہ لغو اور بیہودہ بات سے پہلو تہی کرتے ہیں)

بات ٹھہر ٹھہر کر کیجئے!

میرے ایک عزیز چند روز ہوئے مجھ سے کہنے لگے کہ جدید رجحان (MODERN TREND) تو یہ ہے کہ

بات کرتے وقت ہر لفظ بلکہ ہر حرف کا تلفظ صاف ، واضح (CLEARLY) اور جدا جدا (DIS-TINCTLY) کیا جائے ۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ جدید رجحان کیوں کر ہوا ۔ اس کی تلقین تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے کی ہے ۔ اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے بارے میں ہم حدیث میں پڑھتے ہیں :

کان کلام رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کلاماً فصلاً یفھمہ کل من سمعہ ۔

(حضورؐ گفتگو کرتے تو ہر لفظ جدا جدا بولتے) (ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کے پہلو میں بیٹھ کر حضرت ابوہریرہؓ نے بڑی تیزی کے ساتھ حدیث بیان کرنا شروع کی حضرت عائشہؓ نے انہیں ٹوکا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام تو اس تیزی کے ساتھ گفتگو نہیں کرتے تھے ۔ بلکہ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے کہ اگر کوئی شخص آپؐ کے الفاظ گننا چاہتا تو گن سکتا تھا ۔

کھانے پینے کے آداب

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا :

" اگر آپ اکٹھے بیٹھ کر کھائیں ، تو کسی شخص کو نہ چاہیئے کہ وہ دو دو چھوہارے اکٹھے کھائے جب تک اپنے ساتھیوں سے اجازت نہ لے لے ۔"

مجھے جلسوں اور کانفرنسوں میں جانے کا اتفاق ہوتا ہے ۔ یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ علماء اس تہذیب اور شائستگی سے یکسر تہی دامن ہیں ۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے انہیں سکھائی تھی ۔ بڑے بڑے مولویوں کو دیکھا ہے کہ دستر خوان پہ بیٹھے ہوں اور ملازم ڈونگے میں سالن لائے تو تمام سالن اپنی قاب میں نہایت چابکدستی سے الٹ لیتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دن دہاڑے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سب ساتھیوں کے علی الرغم اور سمجھتے ہیں کہ دین سے آداب کا کوئی تعلق نہیں ہے ۔ اور دین محض تسبیح آرائی ہی کا نام ہے ۔ وہ نہیں سمجھتے کہ ان آداب کو نظر انداز کرنا صریحاً بے دینی ہے ۔

آپ نے فرمایا : کل مما یلیک

" کھانے میں وہ کھاؤ جو تمہارے قریب ہیں ۔"

بعض لوگ دوسروں کے سامنے سے ہاتھ بڑھا کر جھپٹ لیتے ہیں ۔ یہ نفس پر حرص و طمع کے غلبے کی دلیل ہے

بعض جاہل صوفیا کو دیکھا ہے کہ دستر خوان پر چند لقمے کھا کر پیچھے ہٹ بیٹھتے ہیں اور انہیں یہ زعم ہوتا ہے کہ یہ پارسائی کا تقاضا ہے ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا :

" جب دستر خوان بچھا دیا جائے تو کسی آدمی کے لئے جائز نہیں کہ دستر خوان اٹھانے سے پہلے ہی اٹھ کھڑا ہو اور نہ کسی کو اپنا ہاتھ کھینچنا چاہیئے اگرچہ وہ سیر ہو گیا ہو ۔" اور اس کی علت حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے یہ بتائی کہ ان ذالک یخجل جلیسہ ۔ اس بات سے اس کے ہمنشین کو خجالت ہوگی ۔ اسے خیال ہوگا کہ شاید

میں بسیار خوری کا ارتکاب کر رہا ہوں وہ بھی اپنا ہاتھ سکیڑ لے گا اور ہو سکتا ہے کہ اسے کھانے کی حاجت ابھی باقی ہو۔ (ابن ماجہ)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ وہ لقمے جو ہم سیر ہونے کے بعد اپنے ساتھیوں کے پاسِ خاطر سے کھاتے ہیں۔ ان میں سے ہر ہر لقمے پر بھی اجر اور ثواب مرتب ہوتا ہے۔

بعض مہمان دھرنا مار کر بیٹھ رہتے ہیں اور اتنا لمبا قیام کرتے ہیں کہ صاحبِ خانہ ملول ہونے لگتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے غیر اسلامی حرکت قرار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "الضیافۃ ثلثۃ ایام" "مہمان کو قیام کا حق تین روز ہے۔

ولا یحل لہٗ ان یثوی عندہٗ حتیٰ یحرجہٗ

"اور کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ میزبان کے ہاں اتنا قیام کرے کہ وہ تنگ آ جائے۔"

آپ نے غور کیا کہ محفل میں بیٹھ کر سرگوشیاں کرنا اسلام نے اس لئے مذموم قرار دیا کہ اس سے مسلمان بھائیوں کو رنجش ہوتی ہے اور کھانے سے ہاتھ کھینچنے کو اس لئے ناجائز قرار دیا کہ اس سے ساتھیوں کو خجالت ہوتی ہے اور لمبے قیام کو اس لئے ممنوع قرار دیا کہ صاحبِ خانہ کا دل تنگ نہ آ جائے۔

ان آیات اور احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوئی کہ اسلام نے آدابِ معاشرت کے خطوط اس اصول کی روشنی میں متعین کئے ہیں کہ کسی شخص کی کوئی حرکت دوسرے شخص کیلئے اذیت، رنجش، خفت، گرانی، انقباض، تکدر، خجالت، تشویش، توحش یا رکھی اور ناگواری کا باعث نہ ہو۔

عزیزانِ گرامی!

یہ خیال نہ کیجئے کہ جیسے ایک خطیب تخیل کی رفتار سست ہونے کی وجہ سے مترادف الفاظ کی بھرمار کرتا ہے۔ میں نے متعدد ہم معنیٰ لفظ بول دئیے ہیں۔ میں ان میں سے ہر لفظ ایک جدا مفہوم ادا کرنے کیلئے بول رہا ہوں۔ آپ نے دیکھا کہ تہذیب و شائستگی کی کیسی لطافتیں اور باریکیاں اسلام نے ہمیں سجھائی ہیں۔

ہزار نکتۂ باریک تر ز مو اینجاست۔

یہی معنیٰ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشادِ گرامی کا:

المسلم من سلم المسلمون من لسانہٖ ویدہٖ

"صحیح معنوں میں مسلمان تو وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں۔"

اگر آپ ان ناگواریوں میں سے کسی ناگواری کا باعث ہوتے ہیں تو مسلمان آپ سے محفوظ اور سلامت نہیں ہیں۔

سنن نسائی میں ہے حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ شبِ برات کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بستر سے اٹھے تو اس خیال سے کہ حضرت عائشہؓ کی نیند میں خلل نہ پڑے، آہستہ اٹھے۔ نعل مبارک آہستہ

بھناکہ اس کی آواز نہ ہو، کواڑ آہستہ سے کھولا باہر آہستہ سے تشریف لے گئے اور کواڑ آہستہ سے بند کیا۔

سونے والے کی کس قدر رعایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھائی کہ کوئی ایسی حرکت نہ کی جائے جس سے سونے والا دفعتاً جاگ اٹھے اور پریشان ہو۔ دیکھئے یہ تہذیب و ثقافت کی کیسی تابناک روایات ہیں جو ہمارے حصے میں آئی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے موقوفاً حضرت انس رضؓ سے مرفوعاً اور حضرت سعید بن مسیبؒ رضؓ سے مرسلاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

• عیادت کیلئے جائیے تو بیمار کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھئے۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر اٹھ جائیے۔

آپ غور کیجئے کہ اس حدیث میں کس قدر دقیق رعایت ہے اس بات کی کہ کوئی کسی کی گرانی کا سبب نہ بنے۔ مریض کے پاس زیادہ دیر بیٹھنے کی اس لئے ممانعت فرمادی کہ آپ جب تک مریض کے پاس بیٹھے رہیں گے اسے آپ کی طرف متوجہ رہنا پڑے گا اور آپ سے بات چیت کرنی پڑے گی۔ زیادہ گفتگو سے بیمار مضمحل ہوتا ہے۔ بعض عیادت کرنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی موجودگی میں مریض کو کروٹ بدلنے میں اور پاؤں پھیلانے میں حجاب محسوس ہوتا ہے اور حضورؐ کا ارشاد ہے:

"من اکل ثوماً اوبصلاً فلیعتزلنا"

(جو کچا لہسن یا پیاز کھائے وہ ہم سے الگ رہے یعنی مجلس میں نہ بیٹھے)

دیکھئے اس خیال سے کہ پیاز کی بو سے اہل مجلس کی طبیعت مکدر ہوگی۔ پیاز کھانے والے کو مجلس سے باز رہنے کی تلقین فرمائی۔

میں نے جو آیات اور احادیث آپ کو سنائی ہیں ان کی روشنی میں فقہائے کرام نے بہت سی تفصیلات مرتب کی ہیں۔ ان میں سے بعض عرض کئے دیتا ہوں۔

(۱) اگر کسی کے ہاں آپ مہمان ٹھہریں اور آپ کھانا کھا چکے ہوں تو دسترخوان بچھ جانے پر یہ اطلاع دینا کہ کھانا کھا چکا ہوں ندموم ہے میزبان انتظام کی زحمت اٹھاتا ہے۔ اسے احساس ہوتا ہے کہ اس کا اہتمام اور طعام دونوں اکارت گئے۔

(۲) اگر کوئی صاحب بیمار ہوں اور پرہیزانہ کھاتے ہوں تو دسترخوان بچھ جانے کے بعد ناک چڑھانا، اور نخرے بگھارنا اور یہ کہنا کہ میں تو پرہیزانہ کھاتا ہوں۔ میزبان کیلئے خجالت کا باعث ہوتا ہے آپ کسی کے ہاں مہمان ٹھہریں تو جاتے ہی صاحب خانہ کو بتا دیجئے کہ آپ پرہیزانہ کھاتے ہیں۔

(۳) بعض لوگ کسی کے ہاں ٹھہرتے ہیں تو دھڑلے سے اوروں کو بھی دسترخوان کی طرف بلاتے ہیں۔ مہمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اوروں کو دعوت دیتا پھرے۔ اسے کیا خبر کہ گھر میں کھانا کتنا ہے؟ پھر اسے اس بات کا استحقاق بھی تو نہیں۔ یہ غیر متعلق بات میں دخل دینا ہے

مجھے ذاتی طور پر اس کا تلخ تجربہ ہے۔

میری ایک عزیزہ سفر پر جا رہی تھیں۔ بہت سے قرابت دار انہیں خیر باد کہنے کے لئے میرے ہاں آئے ہوئے تھے۔ میں نے ایک عزیزہ سے کہا کہ تم کھانا کھالو، گاڑی کا وقت ہوا چاہتا ہے۔ ایک بڑی بوڑھی خاتون نے اعلان کر دیا کہ ہم کھانا کھانے لگے ہیں جو شریک ہونا چاہتا ہے، ساتھ کے کمرے میں آجائے۔ کمرہ کھچا کھچ بھر گیا۔ سارے گھر کا کھانا دسترخوان پر لانا پڑا۔ عزیزہ کیلئے جو زادِ سفر تیار کیا تھا وہ بھی لایا گیا۔ سب کے حصے میں دو دو لقمے آئے، سب شرمندہ ہوئے

(۴) بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ کوئی شخص کسی کے ہاں مدعو ہو تو کہتے ہیں کہ ہمارے بھی ان سے مراسم ہیں۔ چلئے ہم بھی ساتھ چلتے ہیں۔ ان سے مل کر دسترخوان بچھنے سے پہلے ہی لوٹ آئیں گے۔ یہ عادت بھی مذموم ہے اور صاحبِ خانہ کے لئے باعثِ تشویش ہے۔ اگر صاحبِ خانہ بٹھالے تو ان کے لئے یکایک کھانا مہیا کرنے کی تکلیف ہوتی ہے اور کبھی تو سالنوں میں پانی انڈیلنا پڑتا ہے۔ اگر صاحبِ خانہ رخصت کر دے تو اسے شرمندگی اور خجالت ہوتی ہے اور اسلامی نقطۂ نظر سے دوسروں کے لئے اذیت کا باعث ہونا یا خجالت کا باعث ہونا یکساں مذموم اور ممنوع ہے۔

حضرات! میں نے آپ کو سلام، مصافحہ اور معانقہ کے آداب بتائے۔ یاد رکھئے کہ سلام مصافحہ، معانقہ اور ان تمام آداب کا مقصد دوسروں کا جی خوش کرنا اور انہیں راحت پہنچانا ہے۔ جب علت ساقط ہو جائے تو معلول بھی ساقط ہو جاتا ہے اگر مصافحے اور معانقے سے کسی وقت دوسرے کو اذیت ہو تو شائستگی کا تقاضا یہی ہے کہ آپ ایسے وقت میں مصافحے اور معانقے سے اجتناب کریں۔

(۱) اگر کسی آدمی کا ہاتھ زخمی ہے تو اسے مصافحہ کی زحمت نہ دیں۔

(۲) اگر کوئی آدمی تیزی سے قدم اٹھا رہا ہے اور اور اس کی رفتار سے تیزی صاف بول رہی ہے کہ اس کی گاڑی چھوٹنے والی ہے یا اسے دفتر میں پہنچنے کی جلدی ہے تو ایسی صورت میں اسے مصافحے کے لئے ٹھہرانا اذیت کا باعث ہے۔ لہٰذا اسلامی نقطۂ نظر سے ناقابلِ تحسین ہے۔

۳۔ کسی مجلس میں اگر پچاس آدمی بیٹھے کسی مسئلے پر غور کر رہے ہوں اور آپ دیر سے آئے ہیں تو تہذیب کا تقاضا یہی ہے کہ آپ محض سلام پر اکتفا کریں۔ پچاس آدمیوں سے جدا جدا مصافحہ کرنا، سلسلۂ گفتگو کاٹنا اور دیر تک ان میں خلل ڈالنا اہلِ مجلس کے لئے گرانی اور تکدر کا باعث ہوتا ہے اور آپ کو اذیت جدا ہوئی۔

(۴) اسی طرح بعض لوگوں کو ہر وقت اور ہر جگہ معانقہ کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ بیمار، ضعیف ناتواں اور نازک مزاج لوگوں کو اس سے اذیت

ہوتی ہے۔ معانقہ اسی وقت تک درست ہے
جب تک کہ وہ راحت اور آرام کا باعث ہو۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں
تہذیب و شائستگی کی یہ لطافتیں اور باریکیاں سکھائی
ہیں، ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا:

المؤمن الذی یخالط الناس ویصبر علیٰ اذاھم خیر من الذی لا یخالط الناس ولا یصبر علی اذاھم۔

" وہ مومن جو لوگوں سے میل ملاپ رکھتا ہے اور ان کی ایذا پر صبر اور تحمل سے کام لیتا ہے اس مومن سے بہتر ہے جو لوگوں سے میل ملاپ نہیں رکھتا ہے اور ان کی ایذا پر صبر و تحمل سے کام نہیں لیتا ہے۔"

انسان کے عقائد و عبادات میں خلل پڑے تو اس میں انسان کا ذاتی نقصان ہے اور آدابِ معاشرت میں کوتاہی ہو تو دوسروں کو ضرر پہنچتا ہے اور دوسروں کو ضرر پہنچانا اپنے آپ کو ضرر پہنچانے سے سنگین تر ہے۔ آخر کچھ بات تو ہے کہ سورۂ فرقان میں جہاں اللہ نے اپنے نیک بندوں کے اوصاف بیان کئے حسنِ معاشرت کا ذکر ان کی تہجد گزاری اور شب زندہ داری کے ذکر سے مقدم رکھا۔

وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالو سلاما ط والذین یبیتون لربھم سجدا و قیاما۔

(اور رحمٰن کے بندے جو زمین پر تواضع سے چلتے ہیں اور جب بے سمجھ لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ سلامتی اور آشتی کی بات کہتے ہیں۔ اور ان کی راتیں اپنے رب کے حضور بسر ہوتی ہیں۔ کبھی سجدے کی حالت میں اور کبھی قیام کے عالم میں۔)

اسلام نے جو آدابِ معاشرت ہمیں سکھائے ہیں۔ میں نے ان کا ایک اجمالی خاکہ آپ کے سامنے رکھا ہے۔

دوستو!

میرا ایمان ہے کہ محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کائنات کے سب سے مہذب اور متمدن انسان تھے۔ وہ تہذیب و ثقافت جو انہوں نے ہمیں بخشی ہے اس قدر جامع اور ہمہ گیر ہے کہ وہ ہر مقام اور ہر زمانے میں زندہ اور باقی رہنے کی صلاحیت رکھتی ہے آپ یقین کیجیئے کہ زمانے کی لنبان گو کتنی آگے بڑھ جائے دنیا کی مہذب اور متمدن قومیں اس سے بہتر تہذیب و ثقافت کو جنم دینے سے عاجز رہیں گی۔

عزیزو! انگریز یہاں سے رخصت ہوا۔ تمہاری جسموں پر اس کی حکمرانی شاید باقی نہ رہی ہو، لیکن تمہاری ذہنوں پر وہ اب بھی چھایا ہوا ہے اور تمہارے دلوں پر وہ ابھی تک براجمان ہے۔

یہ کیسا احساسِ کمتری ہے.... یہ کیسی رُلا دینے والی بدبختی ہے..... یہ کیسا ہنگامۂ زبونیٔ ہمت ہے کہ تمہارے اپنے گھر میں ثقافت اور تہذیب کے یہ لعل و جواہر ہیں اور تم غیروں کے خذف ریزوں پر للچائی ہوئی نظر ڈالتے ہو؟

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ہ

دیکھتا چلا گیا

سیلانی کے قلم سے

۱

تضاد ہی تضاد

اکبر الہ آبادی نے اپنے متعلق یا اپنے جیسے کسی دوست کے متعلق کہا تھا۔ ع

ہمارا کیا ہے اے بھائی نہ مسٹر ہیں نہ مولانا

دونوں میں سے کچھ بھی نہ ہونا محرومی ہے یار سادگی۔ اور اگر کوئی مسٹر بھی ہو اور مولانا بھی تو کیا کہنا، ایک عالم دین کا انٹرویو ایک مؤقر روزنامہ میں شائع ہوا۔ جس کا عنوان ہے۔

" امیدوار اور ووٹر کی شرعی شرائط "

عنوان سے ظاہر ہے کہ ایک " مفتی " کی حیثیت سے بات کی جا رہی ہے۔ اور کوئی مولانا ارشاد فرما رہے ہیں۔

پہلا جملہ ہے:۔ " اسلام نے رائے دہندگان کے لئے صرف یہی شرط عائد کی ہے کہ وہ اسلامی ریاست کا عاقل و بالغ فرد ہو۔ اس کے علاوہ رائے دہی کی حد تک مزید شرائط کا اضافہ عوام کو اللہ کے عطا کردہ بنیادی حق سے محروم کرنے کے مترادف ہے "۔

یہ خالص " مسٹرانہ " بات ہے۔ مغربی جمہوریت کو عین اسلام قرار دینے کی متجددانہ کوشش ہے۔

آگے چل کر امیدوار کے اوصاف بتاتے ہوئے ضمناً ہی سہی ایک عجیب جملہ فرما گئے ہیں!.......

" جو شخص دینی اور دنیوی دونوں نوعیتوں کی ضروری تعلیم بھی حاصل کئے ہوئے نہ ہو، وہ نہ دین کے تقاضوں کو پورا کر سکتا ہے نہ دنیاوی تقاضوں کو ـــــ ایسا شخص نہ صاحب الرائے ہو سکتا ہے نہ نظم سلطنت چلانے میں دیانت داری کر سکتا ہے "۔

رائے دہندہ، ووٹر اور صاحب الرائے اگر تینوں مترادف المعنی ہیں تو " دینی اور دنیوی تعلیم کی شرط کا اضافہ کیا عوام کو اللہ کے عطا کردہ

بنیادی حق سے محروم کرنے کی صورت نہیں ہوگی۔

آگے چل کر فرماتے ہیں :- ....

چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو چیف الیکشن کمشنر مقرر کیا گیا۔ اور انہیں دو امیدواروں کے درمیان انتخاب کروانے کی ہدایت کی گئی۔ کتب تاریخ شاہد عادل ہیں کہ تین دن تک انتخاب عام ہوتا رہا۔ اس موقع پر تمام عادل لوگوں سے بلاتفریق وامتیاز رائے لی گئی"۔

یہاں پھر یہ بات الجھ گئی کہ "چیف کمشنر" نے رائے دہندگان میں سے صرف عادل لوگوں کا انتخاب کیوں کیا۔ ہر عاقل بالغ سے رائے کیوں نہ لی۔ یہ عادل کی شرط کا اضافہ کیا اللہ کے عطا کردہ بنیادی حق سے محروم کرنے کی صورت نہیں۔ کیا چیف کمشنر کو اس بنیادی اصول سے واقفیت بھی نہیں تھی۔

آگے چل کر فرماتے ہیں :- " دوسرا ادارہ جسے سینیٹ (شوریٰ خاص) سے تعبیر کیا جاسکتا ہے نامزدگی کی بنا پر تشکیل دیا جانا چاہیئے۔ جس میں مختلف علوم وفنون اور شعبہ ہائے زندگی مثلاً تعلیم وثقافت، مالیات واقتصادیات .... وغیرہ جیسے شعبوں کے بڑے بڑے ایسے ماہرین اور شخصیات کو نامزد کیا جانا چاہیئے جو بوجوہ انتخابات کے ذریعے یہاں تک نہیں آسکتے"۔

سوال یہ ہے کہ جب بالغ رائے دہندگی کا اصول ہی علیٰ اسلامی اصول ہے تو اس سے کام کے آدمی کیوں منتخب نہیں ہو سکتے۔ اور "بوجوہ" کے پردے میں کیا کچھ پوشیدہ ہے۔ لیکن ایک ہی وجہ تو نہیں جس کی نشاندہی کارلائل نے کی ہے کہ "جمہوریت ایک ایسا نظام ہے جس میں اعلیٰ اور نیک خصلت مگر خاموش انسانوں کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ یہاں اقتدار لاف زنی کرنے والے دھوکا بازوں کے حصے میں آتا ہے"۔

نتیجہ یہ نکلا کہ "اسلام" نے عاقل بالغ سے زائد جب کوئی شرط نہیں لگائی تو ان کی رائے سے لاف زنی کرنے والے دھوکا باز ہی منتخب ہو سکتے ہیں۔

خدا جانے یہ کونسا اسلام ہے یا اسلام کا کونسا ایڈیشن یا ماڈل ہے۔ اصل بات تو وہ معلوم ہوتی ہے جو Democracy in a world of Tenzion میں مغربی مفکرین نے کہہ دی کہ :- دور حاضر میں سب سے زیادہ مہمل لفظ "جمہوریت" ہے۔ اور پھر اس جمہوریت کی روح تو میکیاولی نے پیش کر دی کہ :-

" جمہوری نظام میں مستقل اقدار کا تصور ہی نہیں رہتا۔ اور اخلاق کا مدار ہی مستقل اقدار کے تصور پر ہے۔ اس لئے جمہوریت میں سیاست، اخلاقیات سے بالکل الگ رہتی ہے"۔

سوال یہ ہے کہ اسلام کیا موم کی ناک ہے، کیا اسلام میں مستقل اقدار کا تصور ہی نہیں۔ اگر ہے تو

مغربی جمہوریت کو عین اسلام قرار دینے میں
کونسی تُک ہے۔
مگر یہ اونچے لوگوں کی باتیں۔ ہم فقیر کیا جانیں
سیاست کیا ہے اور جمہوریت کیا ہے۔ ہاں
اسلام سے جو تھوڑی بہت واقفیت ہے وہ
بھی ماڈرن نہیں۔ مثلاً
۱۔ یہ مان لیا کہ اسلام کسی عاقل بالغ کو رائے دینے
سے نہیں روکتا۔ مگر کیا اسلام یہ بھی تعلیم دیتا ہے
کہ ہر ایرے غیرے کی رائے ضرور قبول بھی کر لو۔
جبکہ مغربی جمہوریت کا تقاضا ہے کہ ہر بالغ کی رائے
کی ایک ہی قدر و قیمت ہے۔ یعنی مغربی جمہوریت
میں جانڈیو کی رائے کا اتنا ہی وزن ہے جتنا
سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کی رائے کا۔
غیاثا کی رائے اتنی ہی قیمتی ہے جتنی ہائی
کورٹ کے چیف جسٹس کی۔ ہسٹری شیٹر کی
رائے اور انسپکٹر جنرل پولیس کی رائے برابر ہے
حسن بازار کی ایک بائی کی رائے اور صدر جمعیت المشائخ
کی رائے برابر ہے۔
ایک ملنگ کی رائے اور جامعہ اشرفیہ کے مفتی کی رائے
بالکل یکساں قدر و قیمت رکھتی ہے۔
اسلام پر مشق ستم کا کاروبار تھوڑی
دیر معطل کر کے عقل عامہ Common Sence
سے یہ سوچئے کہ کیا اس سے بڑھ کر کسی اور
غیر فطری، غیر انسانی، غیر معقول اور غیر شریفانہ
طرز عمل کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے۔ کیا

Unesco کے اس قول میں کوئی شک رہ جاتا ہے
کہ دور حاضر میں سب سے زیادہ مہمل لفظ جمہوریت
ہے۔
۲۔ دو اندھے آدمی اگر آدھی رات کو دو پہر کہہ دیں
تو ممکن ہے اسلام انہیں ایسا کہنے سے نہ روکے
مگر کیا اسلام ایک بینا کو بھی یہ تعلیم دیتا ہے کہ
ان دو اندھوں کی رائے ضرور قبول کر لے۔ کیونکہ
وہ دو ہیں اور تو ایک ہے۔ مگر مغربی جمہوریت
تو یقیناً یہ مطالبہ کرتی ہے۔
۳۔ کیا قرآن حکیم نے بعض اوصاف کی بنا پر کچھ
لوگوں کو مردود الشہادۃ قرار نہیں دیا۔ کیا اللہ
نے "عاقل بالغ" کے اوصاف رکھنے والے
پر یہ زائد شرط خود نہیں لگا دی۔ کیا یہ بنیادی
حق سے محروم کرنے کے مترادف نہیں۔
۴۔ پھر مغربی جمہوریت کی غیر معقولیت کا نقشہ
تو ہم نے خود دیکھ لیا کہ جب ہوس و اقتدار نے
سیاسی جماعت سازی کی فصل کے لئے یوریا بر
شیر کا کام دیا تو ملک کے ۳۴ فیصد ووٹروں
نے جس جماعت کے حق میں ووٹ دئے وہ حکمران
بن گئے۔ یعنی ۶۶ فیصد ووٹروں نے جن کو مسترد
کر دیا وہ منتخب ہو گئے۔ اگر سیاسی جماعتیں
حشرات الارض کی طرح نمودار ہوتی رہیں تو
اس مغربی جمہوریت کے صدقے ممکن ہے ۱۰ فیصد
ووٹ لینے والے بھی بر سر اقتدار آ جائیں۔
۵۔ اگر کالج لیکچرر کے انتخاب کے لئے صرف

پبلک سروس کمشن کے ارکان کی رائے قابلِ قبول ہے
اگر فوج میں کمشن لینے کیلئے صرف ISSB کے ارکان
کی رائے حتمی شمار ہوتی ہے۔
بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں صرف ماہرین فن کی رائے
فیصلہ کن ہوتی ہے تو کیا اسلامی حکومت چلانا
ایسا گیا گزرا بے کار کام ہے کہ اسلامی حکمرانوں
کے انتخاب کے لئے اجڈ، گنوار، جرائم پیشہ،
بھانڈ، نٹ، کنجر، ملنگ، جاہل، تعلیمیافتہ
مہذب، دیانت دار سب کی رائے ایک ہی
قدر و قیمت رکھتی ہے۔
اسلامی نظامِ سلطنت کے چلانے
کی اہلیت کا فیصلہ کرنے کے لئے صرف اتنا
کافی ہے کہ آدمی بالغ ہو۔

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

۲

ایک مؤقر روزنامہ میں ہمارے محترم ڈاکٹر
(۱ محمد افضل صاحب بالقابہ کا مشورہ شائع ہوا کہ۔
"والدین اپنے بچوں کو اردو سکولوں میں
تعلیم دلائیں"۔
بہت اچھا، قیمتی اور مفید مشورہ ہے۔
والدین کو واقعی ایسا کرنا چاہیئے۔ مگر ایک سوال
یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن سکولوں کا شجرہ
نسب کیمبرج سے جوڑ دیا گیا ہے اور جن سکولوں
میں تعلیمی ذخیرہ ٹیمز کے پانی سے ڈھل کے آتا ہے
ان میں صرف "یتیم" بچے پڑھتے ہیں۔ یا وہ
یتامیٰ کے لئے ہی کھولے گئے ہیں۔
کیونکہ والدین کو تو مشورہ یہ دیا جا رہا ہے
کہ اپنے بچوں کو اردو سکولوں میں تعلیم دلائیں۔
واقعی ان یتیموں کے والدین بھی ہوتے تو انہیں
اردو سکولوں میں تعلیم دلاتے۔
اوپر سے نیچے تک ساری قوم بس تضاد کا شکار ہے۔

۳

سیگریٹ کی ڈبی پہ لکھا ہے "خبردار
تمباکو نوشی مضرِ صحت ہے"۔
اور ہر نمایاں جگہ پر سیگریٹ کے مختلف
برانڈ کے قدِ آدم اشتہار بھی لگے ہوئے ہیں۔
یعنی ہم ہیں تمہاری صحت کے دشمن، ہمیں
پہچان لو۔ مگر کون پہچانے۔
ہر سطح پر قوم کے ساتھ مذاق ہو رہا ہے
اور ہر شعبے میں اسلام کو تختۂ مشق بنایا جا رہا ہے
واقعی میرے دیس کا یہ کمال ہے ....

جفائیں بھی ہیں فریب بھی ہیں، نمود بھی ہے سنگھار بھی ہے
اور اس پہ دعوائے حق پرستی اور اس پہ یاں اعتبار بھی ہے

اندھیروں سے اُجالوں تک

ابن الفضل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عیش عشرت کے اس دور میں کہ محمد شاہ رنگیلا بھی شرافت و پارسائی کے موجودہ معیار پر پورا اترے ہم ایسوں کو فکرِ آخرت کہاں تھی؟

ماحول کو جس رنگ میں پایا اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھالنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ جوانی کے قیمتی سال ایسی تگ و دو اور سرگرمیوں میں گزرے کہ شیطان نے میرا نامۂ اعمال سنہری حروف ہی میں لکھنا باعثِ فخر سمجھا ہوگا۔ لیکن اللہ کی رحمت کو شاید یہ گوارا نہ تھا۔ مشرقی پاکستان پہنچنے کے کچھ ہی دنوں بعد دھر لئے گئے۔ اس ذلت اور رسوائی میں دنیاوی رشتے ہمارے کس کام آ سکتے تھے۔ اللہ سے رشتہ جوڑا ہی کب تھا۔

فرار کی ایک کوشش کی پاداش میں سکھوں کی ایک پوری پلاٹون سے رائفل اور اسٹین کے بٹوں کی مار کھا کر زخمی حالت میں کال کوٹھڑی میں پھینک دئے جانے کے باوجود یہ رشتہ استوار نہ کر سکا۔

تقریباً ایک ماہ قیدِ تنہائی کے بعد خطرناک قیدیوں کے مسکن آگرہ جیل بھیج دیا گیا۔ لمبی سی بیرک کے ایک حصے میں قیدی افسروں کی رہائش تھی۔ شطرنج اور تاش کھیلنے والے اس میں کوئی عار محسوس نہ کرتے کہ ساتھ ہی باجماعت نماز ادا کی جارہی ہے۔ " فورنوٹرمپ " قسم کے نعرے

امام صاحب کی قرأت سے بہرحال بلند ہوتے تھے۔

ایک دن میں بھی کسی ایسے ہی مشغلے میں مصروف تھا کہ "مسجد" والے حصے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ مبارک سنا۔ کپتان حال (ریٹائرڈ میجر) ضمیر صاحب سیرت رسولؐ بیان فرما رہے تھے۔ جانے کس خیال سے تاش چھوڑ کر سننے والوں کے قریب کھسک کر بیٹھ گیا۔ انہوں نے جو کچھ کہا دل میں اترتا چلا گیا۔ محبت رسولؐ سے لبریز جام آنکھوں سے چھلکتا رہا۔ اس کے بعد دل اپنے خالق کے آگے مسلسل جھکتا گیا۔ نو رنگ میں آکر اپنے ابا جان کو لکھ دیا کہ اب آپ کو دینی امور کی ادائیگی کے بارے میں مجھ سے کوئی شکایت نہ ہوگی۔ واہگہ بارڈر عبور کئے تین چار مہینے ہو گزرے تھے کہ نماز جمعہ کیلئے مسجد نہ جانے کے لئے کپڑوں کی پاکی و ناپاکی کا سہارا لینا پڑتا۔

ابا جان ریٹائرڈ فوجی افسر اور جماعت اسلامی کے کسی درجے کے امیر بھی تھے۔ لیکن باوجود کوشش کے راہِ مستقیم پر وہ مجھے دوبارہ لیفٹ رائٹ نہ کروا سکے۔ سرسبز گھاس پر بھاری پتھر سے پیلاہٹ آگئی تھی۔ گناہوں اور غفلت کا یہ بوجھ مسلسل بڑھتا رہا۔

اپنے آبائی مکان میں ایک دن پرانے بکسوں کے الٹ پلٹ کے دوران دادا جان کی لکڑی کی کھڑاویں نظر آئیں۔ انہیں عقیدت کے اظہار کے طور پر اپنے ساتھ پشاور لے آیا۔

دادا جان کی راولپنڈی کی عیدگاہ والے حافظ جی کے ساتھ تعلق تھا اور مجھ سے بے حد پیار تھا۔ اس واقعے کے چند روز بعد ایک دن دفتر میں بیٹھے بیٹھے خیال آیا کہ اس زندگی کے شب و روز کا آخر کیا حاصل ہے؟ دفتر، فائلیں، "یس سر"، کوئی ہے؟ جوان کیا حال ہے، روٹی ٹھیک ملتی ہے؟ نوشہرہ در گئی اور اس قسم کے دوسرے سرکٹ خراب ہونے کی صورت میں دن کا چین اور رات کی نیندیں حرام ہو جاتیں۔ سوچا دنیا سے کیا ملا؟ جو ملا اس کی وقعت ہی کیا ہے؟

زندگی کا رخ کسی طور مڑنا چاہیئے!

سنا تھا کہ اولیاء کرام انسان کا اللہ تعالیٰ سے ٹوٹا ہوا رشتہ دوبارہ جوڑ دیتے ہیں۔ لیکن پیروں فقیروں، اور گنڈے، تعویذوں پر یقین نہ ہونے کے برابر تھا۔ لمبے سیاہ کامدار چوغے پہنے اور شانوں سے لمبے پٹکے لہرائے تصنع کے شاہکار ہی تو لگتے تھے۔ بیوی کو حسرت تھی کہ تین بچے ضائع ہونے کے باوجود شاہ کمال کے جوہڑ کی مٹی کھانی نصیب نہ ہوئی۔ گو بڑی بوڑھیوں کی وساطت سے کچھ اندرون خانہ ٹونے ٹوٹکے آزمائے جاتے رہے۔

آج تک یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یہ خیال کیسے آیا کہ مجھے بھی کسی اللہ کے بندے سے رجوع کرنا چاہیئے۔ سوچا ایسا آدمی تو دنیا کی گہما گہمی سے دور کسی جنگل یا پہاڑ کی کھوہ میں یادِ الٰہی میں مشغول ہوگا۔ دل میں کچھ ایسا جذبہ

پیدا ہُوا کہ اللہ کے کسی ایسے شخص کو تلاش کرنے کے لئے چھ ماہ تک کے لئے لمبی چھٹی لینے کی ٹھان لی۔ تقریباً پندرہ دن بعد تین ماہ کے ایک کورس کے لئے پنڈی جانا پڑا۔ نسیم صاحب عجیب وغریب حلیے میں بمشکل پہچانے گئے۔ جنگ اور قید کا ساتھ تھا۔ لیکن انسٹرکٹر ہوتے ہوئے بھی مجھ ایسے آدمی سے اپنی موجودہ مصروفیات اور تبدیلی کے بارے میں کسی قسم کی گفتگو کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے رہے۔ ایک دن کاغذ کی ایک چٹ پر دفتر میں ملنے کیلئے کہا۔ شاید ہمت نہ ہوئی کہنے لگے اگر اجازت ہو تو آج شام آپ کے گھر آؤں مؤدبانہ انداز (گھٹنے جوڑتے ہوئے تقریباً فوجی "ہوشیار بیٹھ" پوزیشن) میں کہنے لگے " سر میں ایک بزرگ سے منسلک ہوں" بزرگ سے منسلک ہو؟ میں تقریباً اچھل پڑا۔ " ابھی لے چلوں ان کے پاس" اب حیران ہونے کی باری اس کی تھی۔ بے چارے نے آدھ پون گھنٹے کے لیکچر کے لئے LESSON PLAN بنایا تھا۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹا نکلا۔ کہنے لگے فی الحال کچھ عرصے کیلئے ہمارے ساتھ ان کے گھر کے قریب ہی مسجد میں باقاعدگی سے ذکر کرو۔ بزرگ سے ملاقات بھی انشاء اللہ جلد ہی ہو جائے گی۔ آپ حیران ہوں گے کہ ذکر کے بارے میں میری معلومات نہ ہونے کے برابر تھیں۔ لیکن چونکہ باگ نسیم کے ہاتھوں میں تھما دی تھی اس لئے چون وچراں کی گنجائش کہاں؟ ذکر کا طریقہ کچھ عجیب سا لگا۔ ہمارے ایک بزرگ ساتھی مرحوم ریاض اشرفی صاحب نے جو اخبار جنگ میں ایک مستقل کالم لکھتے تھے، ایک واقعہ سنایا تھا۔ اسے موقعے کی مناسبت سے یہاں بیان کرتا چلوں۔ کہنے لگے ان کے نانا اپنے محلے کے منچلے نوجوان تھے۔ مسجد کے کوزے وغیرہ توڑنا ان کے مشاغل میں شامل تھا۔ محلے ہی کے ایک بزرگ اپنے چوبارے پر شاگردوں کو ذکرِ پاس انفاس کرواتے تھے۔ آواز نیچے گلی تک جاتی تھی۔ یہ حضرت جو ایک دن وہاں سے گذرے تو باآوازِ بلند پھبتی کسی۔ " اللہ میاں دے ککڑ اوئے" دوسرے دن جوان کا مسجد کے قریب سے گذر ہُوا تو انہوں نے انہیں پاس بلایا اور ہاتھ میں لوٹا تھما دیا کہ ان کو وضو کروائیں دورانِ وضو کہنے لگے " اللہ میاں کے مرغ دنیا کے کتوں سے بہتر ہوتے ہیں"۔ بات دل کو ایسی لگی کہ پھر ان ہی کے قدموں کے ہو کے رہ گئے۔ ریاض اشرفی صاحب کا تذکرہ چھڑ گیا تو دل چاہتا ہے کہ ان کے بارے میں کچھ اور بیان کیا جائے۔

غالباً ۱۹۷۷ء کی بات ہے۔ سٹاف کالج کوئٹہ میں کورس کے دوران ایک بزرگ کو اکثر کسی آدمی کے سہارے مسجد میں آتے جاتے دیکھتے تھے۔ ایک دن نماز کے بعد انہیں ذکر کی دعوت دی تو وہ ہم نوجوانوں کے ساتھ بے چون وچرا بیٹھ گئے۔ استادِ مکرم کے متعلق متعدد سوالات کئے۔ میں نے

انہیں پڑھنے کے لئے دلائل السلوک کا انگریزی ترجمہ (اس وقت وہی میرے پاس تھا) دیا گریجویٹ ہونے کے علاوہ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔ اس لئے کتاب کے پڑھنے اور سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہ کی۔ ان کے بیٹے طاہر (جو میرا ساتھی طالب علم تھا) کے بیان کے مطابق ایک رات تقریباً بارہ بجے وہ ان کے کمرے میں ایسی حالت میں آئے کہ وفورِ جذبات سے ان کے منہ سے بات تک نہ نکلتی تھی۔ کتاب کے ایک صفحے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگے "یہ دیکھو یہ ہے تصوف کی اصل"

غازی مرجان صاحب اجتماعی ذکر کرواتے تھے۔ ایک دن کہنے لگے یار یہ غازی مرجان عجیب آدمی ہے۔ جب ذکر کرواتا ہے تو دل چاہتا ہے کہ اٹھ کر ناچنا شروع کر دوں۔ مولانا اشرف علی تھانوی کے شاگردوں میں سے تھے اور اسی مناسبت سے اپنے نام کے ساتھ اشرفی لکھتے تھے لیکن بقول ان کے مولانا کی خواہش کے باوجود انہوں نے ان کی ہاتھ پر بیعت نہ کی۔ زندگی کے آخری سال استادِ مکرم سے وابستہ ہو گئے تھے۔ اللہ ان کی مغفرت کرے اور ان کے درجات میں اضافہ کرے۔ (آمین)

موضوع سے ہٹ جانے کی معذرت،

سو میں بھی یہ محسوس کئے بغیر کہ مسجد کے اندر ہر کسی کی نگاہ ہم پر مرکوز ہے نسیم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ذکر کرتا رہا۔ اس سے اتنا اثر ہوا کہ تین ہی دن کے اندر نظروں نے شائستہ خان (اورنگ زیب کے جنرل شائستہ خان نہیں، ٹی۔ وی پر انگریزی خبریں پڑھنے والی) پر بھی ٹھہرنے سے انکار کر دیا۔ نماز تو خیر پہلے ہی دن سے باقاعدگی سے ادا ہونے لگی تھی۔

استادِ مکرم کو دیکھنے اور ملنے کی تڑپ نے آخر کار نسیم صاحب کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ ۱۳۰ میل کا یہ سفر شوق بقول کسے "میرے بیمار طیارے" (میری ۱۹۶۱ء ماڈل اوپل کار جس نے اپنے مستقل پھٹے ہوئے سلنسر کی وجہ سے یہ نام پایا ہے) میں طے ہوا۔ خیال تھا کہ اپنے آبائی پیروں کی طرح کشادہ اور پکی حویلیاں ہوں گی۔ وہ نہیں تو کم از کم استادِ مکرم پیروں کا "سرکاری لباس" پہنے کسی اونچی مسند پر گاؤ تکیہ پر ٹیک لگائے مریدوں کو اپنی انگلیوں کے ایک آدھا انچ حصے کو بکمال شفقت و مہربانی مصافحے کے لئے مرحمت فرمائیں گے۔ لیکن یہاں تو پتھروں اور گارے سے بنے ہوئے ایک چھوٹے سے کمرے جس کی چھت دھوئیں سے سیاہ، آڑی ترچھی جنگلی درختوں کی لکڑیوں اور سرکنڈوں سے بنی ہوئی تھی۔ اور جس کا کچا فرش ایک پرانی چٹائی سے مزّین تھا، کو ہی استادِ مکرم کی بیٹھک کا نام دیا گیا۔ سادہ دیہاتی لباس میں ۷۰، ۷۵ سال کے ایک زمیندار کے آنے پر

حاضرین کے درمیان جو ہلچل پیدا ہوئی تو یقین کرنا پڑا کہ یہی استادِ مکرم ہیں۔ مصافحے کے بعد جو بیٹھنے کو کہا تو ہڑبڑاہٹ میں ہم سب تو چٹائی پر بیٹھ گئے اور انہیں وہیں فرش کے اس حصّے پر جہاں وہ کھڑے تھے بیٹھنا پڑا۔ احساس ہونے پر سب اٹھ کھڑے ہوئے اور انہیں چٹائی پر بیٹھنے کو کہا۔ لیکن یہ کہہ کر بھئی یہ بھی تو اللہ ہی کی زمین ہے، ہم سب کو دوبارہ بٹھا دیا۔

میں سر جھکائے ادب اور خاموشی کے ساتھ بیٹھا رہا۔ آنسوؤں کا ایک طوفان تھا جو تھمنے کا نام نہ لیتا تھا۔ دل سے منوں بوجھ اپنے ساتھ بہا کر لے گیا۔ شاید پہلی گھاس کے ہرے ہونے کے دن آ گئے تھے۔ دل چاہتا تھا کہ یہیں کے ہو رہیں۔ دنیا میں رکھا ہی کیا ہے؟

واپس آیا تو کورس میں دل ہی نہ لگتا تھا۔ سرِ شام نسیم آجاتا اور دونوں کسی نہ کسی کے پاس دعوتِ ذکر کے لئے پہنچ جاتے۔ ایسی لگن تھی کہ یہ تک نہ دیکھا کہ مخاطب کس عہدے، مرتبے یا ذہن کا مالک ہے۔ نسیم صاحب نے تو ایک دن پنڈی کی ایک مسجد سے باہر نکلتے وقت جنرل ضیاء الحق صاحب سے بھی اس سلسلے میں بات کرنے کے لئے وقت مانگ لیا۔ دل کی دولت بھی عجیب ہے۔ ہر کسی کو بانٹ دینے کو جی چاہتا ہے۔ جب تک بانٹتے رہے ساتھ ساتھ لوٹتے بھی رہے اب تو تہی دامنی کا احساس ہے۔

سوچتا ہوں اب کون ہیں ایک ہاتھ میں چینک اور دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں تین چار پیالیاں لٹکائے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے یہ کہے گا کہ "یہاں جو چائے مل جاتی ہے راستے کے ہوٹلوں سے کیوں پیتے ہو"؟

راستے کے ہوٹل واقعی نحوست اور خرافات سے اٹے پڑے ہیں۔ کہیں عورتوں کے جمگھٹے سے کسی "پہنچے" ہوئے کی غلیظ اور ننگی گالیاں سنائی دیتی ہیں یا پھر چرس اور بھنگ کے متوالے چیلوں اور ان پڑھ معتقدین سے گھرے ہوئے "پیروں" اور گدی نشینوں کو خلافِ شرع رسومات اور خرافات میں مشغول پاتے ہیں۔

لیکن یہ سوچ کر دل کو کچھ ڈھارس ہی ہو جاتی ہے کہ

چائے پلانے والا تو نظر نہ آئے گا
لیکن چائے تو بہر حال ملتی رہے گی۔

اے اللہ!

یہ لنگر تا ابد قائم و دائم رکھ۔
آمین ثم آمین!!!

ضروری اطلاع (اجتماعی پروگرام)

احباب کی اطلاع کیلئے مندرجہ ذیل امور کی وضاحت کی جاتی ہے۔

دارالعرفان میں اعتکاف کیلئے آنے والے احباب ۲۰ رمضان المبارک کو ظہر تک پہنچ جائیں۔ اعتکاف غالباً ۲۱ جون سے ۳۰ جون تک ہوگا۔

اس سلسلہ میں ضلعی امرا احباب کی توجہ ناظم اعلیٰ کی چٹھی مورخہ ۸۲ - ۱۰ - ۷ کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے۔ جس میں شرائط درج ہیں۔

۲۔ سالانہ اجتماع ۹ جولائی سے ۱۷ اگست تک ہوگا۔ جس کا آخری سہ روزہ مرشد آباد حضرت المکرمؒ کے مزار شریف پر ہوگا۔ ۱۵ اگست صبح تمام احباب دارالعرفان منارہ سے خصوصی بسوں میں مزار شریف کیلئے صبح کے کھانے کے بعد روانہ ہونگے۔ اور جمعہ ۱۷ اگست صبح دعا کے بعد وہیں سے سالانہ اجتماع اختتام پذیر ہوگا۔

۳۔ دارالعرفان میں اجتماع کے دوران خواتین کیلئے علیحدہ انتظام ہوگیا ہے۔ جہاں ان کی رہائش کیلئے الگ جگہ موجود ہے۔ ان کی مدد کیلئے ایک ملازمہ موجود ہوگی۔ جو اجتماعی لنگر سے ان کے خورد ونوش کا انتظام کرے گی۔

جو احباب اس بات کے خواہشمند ہوں کہ ان کی خواتین دعوت وتبلیغ ذکر وفکر اور اصلاح وتربیت کیلئے اجتماع میں شمولیت کرسکیں وہ خواتین کو ساتھ لا سکتے ہیں۔

۴۔ لنگر مخدوم کا اجتماع جمعرات ۱۱ر اکتوبر سے ۱۳ر اکتوبر تک ہوگا۔ بسوں پر سفر کرنے والے احباب سرگودھا سے براہ راست ڈیرہ اعوان (ملک غلام محمد صاحب کے ہاں) تشریف لاویں۔ جہاں سے آگے مزار مبارک تک پہنچنے کیلئے بس موجود ہوگی۔

ناظم اعلیٰ

فہرست مطبوعات ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

دلائل السلوک (اُردو)	۲۵/۰۰
صُوفی ازم (انگلش)	۴۰/۰۰
حیاتِ برزخیہ	۲۵/۰۰
تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین	۲۵/۰۰
الدین الخالص	۲۵/۰۰
حیاتِ انبیاء	۱۰/۰۰
اطمینانِ قلب	۱۰/۰۰
تعمیرِ سیرت	۷/۵۰
لغزشیں	۷/۵۰
حضرت امیر معاویہ رض	۷/۵۰
اسرار الحرمین	۵/۰۰
انوار التنزیل	۵/۰۰
کس لئے آئے تھے؟	۵/۰۰
معُارف	۳/۰۰
خدایا ایں کرم بارِ دگر کُن	۷/۵۰
دیارِ حبیب میں چند روز	۵/۰۰
دین و دانش	۵/۰۰
مغالطے	۵/۰۰
پاکیزہ معاشرہ	۷/۵۰
فضائل توبہ استغفار	۲۰/۰۰
المرشد (فی شمارہ)	۳/۰۰
حج کی دُعائیں ۳ حصے	۵/۰۰
ذکر اللہ (عربی)	۳/۰۰
بزم انجم	۱۵/۰۰
فوزِ عظیم	۱/۵۰
علم و عرفان مع تلاش ۲	۳/۰۰
سالانہ چندہ المرشد	۳۵/۰۰
کونوا عباد اللہ (زیر طبع)	
ایمان بالقرآن کلاں	۲۰/۰۰

ماہنامہ

المرشد

۹۹

زیر سرپرستی

حضرت العلام مولانا

اللہ یار خان صاحب مدظلہ

اصلاحِ احوال و باطنی اصلاح

سالانہ چندہ

پینتیس ۳۵ روپے

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دار العرفان منارہ ضلع جہلم

سول الخیبر مدنی کتب خانہ گنبد روڈ لاہور

کتابت: سید مشاہد حسن رضوی

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو ویڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے
آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔
9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراا یپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255